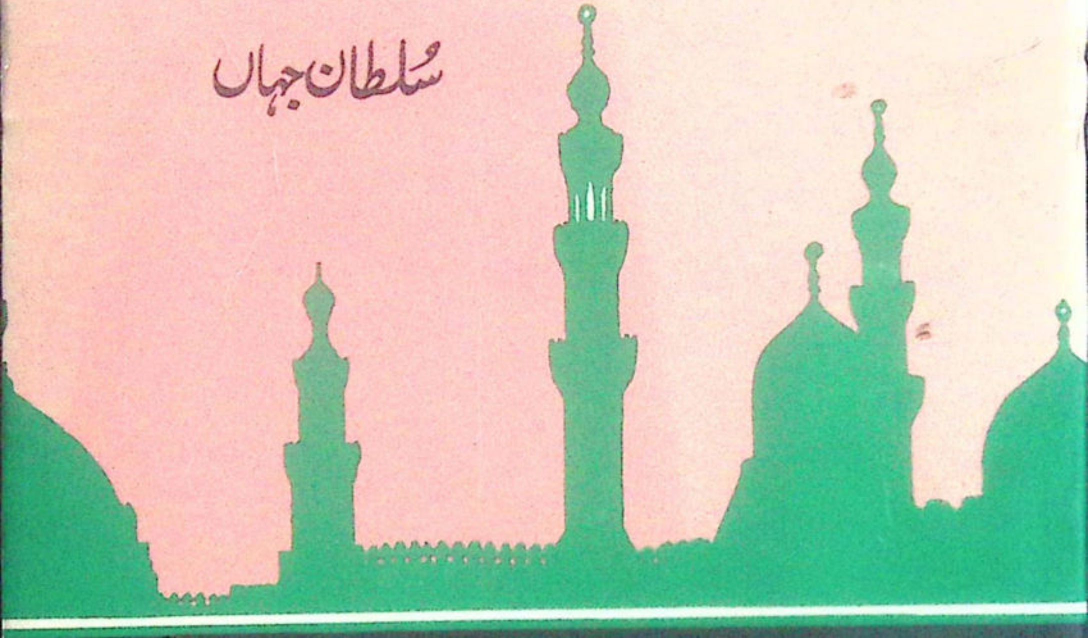
علامہ اقبال

اور

اتحاد بین المسلمین



سلطان جہاں



علامہ اقبال

اور

اتحاد بین المسلمین

پروفیسر سلطان جہاں

ناشر

سید مصطفیٰ علی بریلوی (علیگ)

سیکریٹری

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

فون دفتر —— ۶۱۱۱۹۶

فون مکان —— ۶۲۸۵۴۸

طبع اول —— ۱۹۸۸

تعداد —— پندرہ سو

قیمت —— ۶۵/- ۴۰/- روپے

طابع

ایجوکیشنل پریس کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

ان عظیم شخصیتوں کے نام جو عالم اسلام کی
سربلندی اور اُمّتِ مُسلمہ کے وسیع تر
اتحاد کے لئے اپنی زندگیاں وقف
کرتی رہی ہیں

سلطان جہاں

سید فرزند رضا

مندرجات

تعارف

مصنفہ "علامہ اقبال اور اتحاد المسلمین" ایک کہنہ مشق استاد ہیں۔ انہوں نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے اقبال کی مکمل تصانیف کا مطالعہ کیا اور بڑے سلیقے سے اسے مخصوص موضوع کے تحت ترتیب دیا۔ یوں تو علامہ اقبال پر اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ شاید ہی کوئی پہلو تشنہ رہ گیا ہو۔ لیکن اس بات سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ اقبال کی تصانیف میں اس قدر وسعت اور جامعیت ہے کہ اس کے ہزار ہا پہلو ہیں اور ہر لکھنے والا اگر چاہے تو اسے ایک نیا زاویہ دے سکتا ہے۔

علامہ اقبال نے اتحاد بین المسلمین کی صرف ضرورت ہی نہیں محسوس کی بلکہ اس شعور کو بیدار کرنے کے لئے انہوں نے اپنے قلم کو اور زبان کو ہر ہر انداز میں استعمال کیا۔ تاکہ مسلمانانِ ہند اور عالم اسلام اس کے معتقد ہو جائیں اور اسے اپنا نصب العین تسلیم کرلیں۔ علامہ کی دُور رس نگاہیں ان تباہ کاریوں کا نظارہ کر رہی تھیں جو اس اتحاد کی عدم موجودگی میں ہونے والی تھیں۔ ان کی پیش گوئیاں آج حقیقت بن کر سامنے آرہی ہیں۔ کاش اقبال کا خواب "اتحاد بین المسلمین" شرمندۂ تعبیر ہوتا۔

آنسہ سلطان جہاں نے علامہ اقبال کی تصانیف کے اس گھمبیر پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے اقبال کی شاعری، نثر نگاری، ان کے مکاتیب و خطبات یہاں تک کہ ان کے مکالمات کو بھی اپنے احاطہ بحث میں شامل کیا ہے اور انتہائی مدلل انداز میں اقبال کے نظریات کو پیش کیا ہے۔ ان کا یہ انداز تحریر و تحقیق اس بات کی واضح نشاندہی کرتا ہے کہ اگر مصنفہ نے یہ مشق جاری رکھی تو اس میدان میں ان کے لئے روشن مستقبل ہے۔

پروفیسر مسز نسیم شاہ

پرنسپل سرسید گرلز کالج، کراچی

پیش لفظ

علامہ محمد اقبال برصغیر پاک و ہند کی ایک نابغہ روزگار ہستی تھے وہ قومیں خوش نصیب شمار کی جاتی ہیں جن میں علامہ جیسی بالغ نظر، دوراندیش اور دردمند ہستیاں جنم لیتی ہیں۔ علامہ کا یہ پیغام ان کی زندگی میں ہی قبولیت عام حاصل کر چکا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد اس کی آفاقیت، مقبولیت اور افادیت میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا پاکستان کی تخلیق میں علامہ کی ژرف نگاہی اور گہری بصیرت کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اس بات سے تو ہم سب لوگ واقف ہی ہیں کہ پاکستان کا قیام، قائداعظم اور ان کے رفقاء کی دیانت دارانہ قیادت کی بدولت ممکن ہو سکا۔

ہندی مسلمانوں میں اتحاد بین المسلمین کا خواب سب سے پہلے سرسید احمد خاں نے دیکھا تھا۔ گویا سرسید علی برادران، علامہ اقبال اور قائداعظم کے توسط سے چلنے والی جملہ تحریکات کسی نہ کسی شکل میں ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ اور ان سب تحریکات کا حاصل پاکستان ہے بدقسمتی سے قیام پاکستان کے فوری بعد سے اس ملک کو جغرافیہ عالم

سے نیست و نابود کرنے کی دشمنان پاکستان کی سازشیں اول دن سے چل رہی ہیں ۱۹۷۱ء میں یہ ملک ان ہی سازشوں کے نتیجہ میں دو لخت ہوگیا۔ آج بھی باقی ماندہ پاکستان اغیار کے چنگل میں اپنے وجود کی شدید ترین آزمائش سے دوچار ہے۔ ان حالات میں ہماری اپنی صفوں میں ٹھوس اتحاد قائم ہونا ضروری ہے۔

علامہ اقبال نے اتحاد بین المسلمین کی ضرورت اور اہمیت پر بہت کچھ کہا بہر حال اشد ضرورت ہے کہ علامہ کے اتحاد اہلِ قبلہ کے پیغام کو گھر گھر پہنچایا جائے۔ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے میں نے ان کے شعری اور نثری پیغام کو حتی الوسع یکجا کر دیا ہے میری اس کاوش کو سرسید گرلز کالج کی پروفیسر آمنہ کمال نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور مجھے یہ قیمتی مشورہ دیا کہ اس کو کتابی شکل میں چھاپ دیا جائے میں ان کی صائب رائے کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

اس کتابچہ کی تالیف کے سلسلہ میں حسب ذیل شخصیات کا بھی شکریہ واجب ہے:۔

(۱) مسز نسیم شاہ پرنسپل سرسید گرلز کالج کراچی، جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوصف مقالہ مذکور کا مطالعہ کرکے اپنے قیمتی خیالات سے نوازا۔

(۲) کارپردازان مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان کی شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتابچہ کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(۳) میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے اعلیٰ عہدیداران، ڈاکٹر فریدالدین بقائی (صدر)، مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی (جنرل سیکرٹری)، اور مرزا علی اظہر برلاس (نائب صدر) کی مشکور ہوں کیونکہ ان کی توجہ سے یہ کتابچہ بہ تعاون اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس شائع کیا جارہا ہے۔

آخر میں یہہ میرا خوش گوار فرض ہے کہ سید مصطفٰے علی بریلوی سیکریٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا اس کتابچہ پر مختصر مگر جامع مقدمہ تحریر فرمانے کا شکریہ ادا کروں۔ ساتھ ہی ساتھ الحاج محمد ذکی دہلوی بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ اس کتاب کی ترتیب، صوری و معنوی حیثیت دلانے میں ان کا بھی خاصہ حصہ ہے۔

ناظرین کرام سے التماس ہے کہ کتاب کا مطالعہ فرما کر مجھے اپنے گرانقدر مشوروں سے ضرور نوازیں۔ فقط

مس سلطان جہاں)

دیباچہ

حضرت علامہ اقبال کی ہمہ جہت شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے - ان کی ذات ستودہ صفات اس قدر خوبیوں کی حامل تھی کہ نصف صدی گذر نے کے باوصف ان کے کلام بلاغت بیان کو جب بھی پڑھا جاتا ہے تو روح میں ایک نئی بالیدگی اور ولولۂ تازہ پیدا ہو جاتا ہے - یہ لطیف احساسات جب ایک عام قاری کے ذہن و دماغ میں جنم لیتے ہیں تو پھر جب کلام اقبال کے مطالعہ کی سعادت علماء، صلحاء، فصحا، شرفا اور قدیم و جدید تعلیم پر نظر غائر رکھنے والے اصحاب کو حاصل ہوتی ہے ایسی صورت میں قدرتاً سوچ کی نئی راہیں استوار ہو جانا ایک قدرتی بات ہے - اس بارے میں دو رائیں نہیں ہیں کہ سر سیدؒ سے علی برادران تک چلنے والی تحریکوں کو بنیادی الفاظ کا قالب اقبال نے اپنے خطبۂ الٰہ آباد میں عطا کیا -

اس طرح اگر یہ کہا جائے کہ پاکستان کا وجود دیگر بزرگانِ ملت کے ساتھ ساتھ علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہے تو بے جا نہ ہو گا - قیام پاکستان کے اس پس منظر میں سرکاری سطح پر پیغام اقبال کو عامتہ الناس تک پہنچانے کی غرض سے "اقبال شناسی" کے جذبہ کو از سر نو تازہ کرنے کے واسطے ماضی قریب میں جو بھی کام ہوا اور ہو رہا ہے وہ بہر حال قابل تعریف ہے لیکن ادھر کچھ عرصہ سے اقبال کی نجی زندگی، ان کے افکار و خیالات کے بعض انسانی اور فطری تضادات پر "ریسرچ" کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے - ہمارا یہ طرز عمل اقبال کے عالمگیر انسانی اور اسلامی مشن کو شدید نقصان پہنچانے کا سبب بن سکتا ہے - ان سرگرمیوں سے اقبال کا تو کچھ نقصان نہیں ہو گا کیونکہ ایسی ہستیاں بقول سید الطاف علی بریلوی ہمالہ پہاڑ کی مانند ہیں جو موسمی اثرات سے محفوظ رہتی ہیں - واقعہ یہ ہے کہ علامہ اقبال اپنے تبحر علمی، افکار و نظریات، فلسفیانہ اسلامی فکر و نظر کے لحاظ سے ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے - وہ ایک مکتبۂ فکر اور مخصوص اسلامی سوچ رکھنے والے بزرگ تھے - علوم مغربی کی تحصیل نے ان کے دماغ کو مزید جلا بخشی تھی - انہوں نے مشرقی و مغربی تہذیبوں اور تاریخی و مذہبی اقدار کا گہرا مطالعہ اور تجزیہ تاریخی تناظر میں کیا تھا -

لیکن جیسا کہ ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر ہم ان کے شاعرانہ پیغام کی حدود سے ہٹ کر علامہ کی نجی زندگی کی بعض انسانی اور فطری کمزوریوں کی تلاش میں اپنی ذہانت اور لیاقت صرف کرنا شعار بنالیں تو یہ بات کسی اعتبار سے احسن فعل قرار نہیں پائے گی۔ اس طرح ہم ملک و قوم اور وطن کی کوئی خدمت انجام نہیں دے سکیں گے۔ کیونکہ اس طرح کلام اقبال سے جذبۂ قومی ابھارنے کا عمل رُک جائے گا۔ جذبۂ ملی کی بیداری کی لہر سرد پڑ جائے گی۔ قومی زندگی کے واسطے یہ ایک عظیم المیہ ہوگا۔ اعلیٰ قومی اقدار کی ہر سطح پر پاسداری ہی وہ باتیں ہیں جن کے سہارے قومیں اپنا تشخص قومی منواتی ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ علامہ کے حقیقی مشن اور مقصد کی تکمیل کے واسطے ان کے خیالات و افکار کے وہ مثبت پہلو جن سے ملتِ اسلامیہ عالم بالعموم اور ملتِ اسلامیہ پاکستان بالخصوص فائدہ حاصل کر سکتی ہے، مسلسل نئی نسل کے سامنے منفرد انداز میں پیش کئے جائیں۔

ع شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات

یہ امر باعث خوشی ہے کہ کسی حد تک حکومتی سطح پر ذرائع ابلاغ اور اعلیٰ سطح پر یہ کام اقبال اکادمی بخوبی انجام دے رہی ہے تاہم ابھی ہم کو بہت کچھ کام کرنا باقی ہے کیونکہ ہمارے ملک کی محتاط اندازے کے مطابق ۷۵ فی صد اکثریت ناخواندہ ہے اس لئے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہالت کے اس اتھاہ سمندر میں روشنی کی بکھیرنے کے واسطے کس قدر انقلابی اقدامات ضروری ہیں۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو ۱۸۸۶ء میں سرسید علیہ رحمتہ نے قائم کیا تھا تاکہ مسلمانوں میں تعلیمی، سماجی اور معاشرتی بیداری پیدا کی جائے۔ سرسید اپنی اس کوشش میں اپنی حیات ہی میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے بعد ملک بھر میں یہ مسلمانوں کا واحد پلیٹ فارم تھا جو مسلسل قوم کی مجموعی اتحادِ فکر کا علمبردار رہا۔ مسلم لیگ نے اسی ادارہ کے اجلاس ۱۹۰۶ء بمقام ڈھاکہ جنم لیا۔ اسی طرح انجمن ترقی اردو بھی اس ادارے کی ابتدائی ادوار میں ایک شاخ کی حیثیت سے کام کرتی رہی۔ علیگڑھ تحریک کا بنیادی مقصد فروغِ علم کے ساتھ ساتھ اتحادِ اہل قبلہ کی تحریک کو آگے بڑھانا رہا ہے۔ چنانچہ علی گڑھ مسلمانوں کے فروعی، فقہی، صوبائی اور لسانی اختلاف سے ہمیشہ دور رہا اور ملک بھر یہ امتیاز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی مسجد کو حاصل رہا ہے کہ وہاں جملہ مکاتبِ فکر کے مسلمان ایک ہی جگہ نماز پڑھنے آتے ہیں۔
کراچی میں ایجوکیشنل کانفرنس کا احیاء سید الطاف علی بریلوی مرحوم نے ۱۹۵۱ء میں کیا۔ جس کے تحت

اکادمی آف ایجوکیشنل ریسرچ قائم ہوئی۔ اکادمی نے اب تک سو سے زائد کتب علمی شائع کی ہیں۔ یہ جملہ لٹریچر فروغ علم کی تحریک میں بیحد ممد و معاون ثابت ہوا اور خدا کا شکر ہے کہ اہل علم کے حلقوں میں ہماری یہ ناچیز کاوشیں بے حد مقبول ہوئیں۔

علامہ اقبال اور ان کے پیغام کی تائید میں ہمارے ادارہ کی جانب سے بھی تھوڑا بہت کام ہوا ہے۔ مثلاً رسالہ " العلم " کا اقبال نمبر سید الطاف علی بریلوی مرحوم نے خاصے اہتمام سے شائع کیا —— ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب قبلہ کی معرکۃ الآرا کتاب " معارف اقبال " شائع ہوئی۔ اسی طرح " اقبال کے تعلیمی نظریات " نامی کتاب محمد احمد صدیقی صاحب نے تالیف فرمائی جو جامعۂ کراچی کے ایم اے ایجوکیشن کے کورس میں شامل ہے۔

زیر نظر کتاب " اقبال اور اتحاد بین المسلمین " محترمہ سلطان جہاں صاحبہ کی تالیف ہے جو ہمارے سرسید گرلز کالج میں شعبۂ ایجوکیشن کی پروفیسر ہیں۔ قائد اعظم کے موجودہ پاکستان میں مسلمانوں میں اتحاد باہمی اور قومی یکجہتی کی جتنی اس وقت ضرورت ہے اتنی پہلے شاید کبھی نہیں تھی۔ اس لحاظ سے کتاب زیر نظر وقت کی اہم ضرورت پوری کرتی ہے۔ اکادمی آف ایجوکیشنل ریسرچ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی جانب سے شائع ہونے والی یہ تیسری کتاب ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے منفرد شمار کی جا سکتی ہے کیونکہ اتحاد بین المسلمین کے بارے میں علامہ اقبال کے خیالات و افکار جو مختلف جگہ بکھرے ہوئے تھے، سلیقہ کے ساتھ یکجا کر دئے گئے ہیں۔

مولفہ کا انداز بیان شگفتہ، رواں اور دل نشین ہے اس لئے طلباء و طالبات، اساتذۂ کرام اور دانشوران عظام اس کے مطالعہ سے یکساں استفادہ کر سکتے ہیں —— اس حقیقت سے تو ہم سب واقف ہیں کہ انسانی دل و دماغ پر ایک اچھے شعر کا غیر معمولی اثر مرتب ہوتا ہے۔ یہ مقاصد نثری تحریروں اور جامع تقاریر سے بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن برمحل اشعار کی اثر پذیری ایک مسلّم حقیقت ہے —— غالباً اسی بنا پر محترمہ پروفیسر سلطان جہاں صاحبہ نے اپنی کتاب کا آغاز علامہ کی قومی و ملی شاعری کے مناسب انتخاب سے کیا ہے۔ کتاب کے دیگر ابواب میں بھی اقبال کے " اتحاد بین المسلمین " اور " قومی اتحاد و یکجہتی " کے متعلق خیالات و افکار پیش کر کے مولفہ اپنے مقصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔ اللھم زد فزد۔

ہمیں توقع ہے کہ یہ کتاب یا کتابچہ تخت بائی سے کراچی تک قریہ قریہ پیغام اقبال پہنچانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس۔ سر سید گرلز کالج کا بانی ادارہ ہے۔ اس لئے ہم کو اس کتابچہ کی اشاعت پر خوشی محسوس ہو رہی ہے کیونکہ اس طرح محترمہ سلطان جہاں صاحبہ بحیثیت مولفہ ہمارے ادارہ کے شعبۂ تعلیم نسواں سے وابستہ ممتاز اہل قلم خواتین مثل بیگم خورشید سید عبدالحفیظ، محترمہ راحیلہ بیگم شروانیہ، سیدہ انیس فاطمہ بریلوی (بیگم سید الطاف علی بریلوی) بیگم سلمیٰ زمن۔ وغیرہم کی صفوں میں شامل ہونے کی عزت حاصل کر رہی ہیں۔ جس کے لئے وہ مبارکباد کی مستحق ہیں۔

سید مصطفیٰ علی بریلوی (علیگ)
سیکریٹری آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
کراچی

کراچی
۳۱ر اگست ۱۹۸۸ء

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد کی شکر گزار ہے جس نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے مناسب مالی امداد مہیا کی

سید مصطفیٰ علی بریلوی

پس منظر

انیسویں صدی کُل امت مُسلمہ اور خصوصاً جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس صدی میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستانیں سُنائی دیتی ہیں ایک جانب یہ قوم ظلم اور پستی کا شکار ہوتی ہے تو دوسری جانب یوں ابھرتی ہے کہ اسے دبانا ممکن نہیں رہتا۔ یہ صدی اگر ایک جانب مسلم قوم کی آزادی چھینتی ہے، غلامی کی زنجیروں میں جکڑتی ہے تو دوسری جانب اسے وہ مفکر، مصلح، دانشور عطا کرتی ہے جو ایک مختصر عرصہ میں مسلم قوم کے کھوئے ہوئے وقار اور عروج کو واپس لاتے ہیں، اسے پستیوں سے نکال کر بلندیوں پر لے جاتے ہیں، غلامی کی زنجیریں توڑ دیتے ہیں، اتحاد، یقین محکم اور ذوقِ پرواز عطا کرتے ہیں۔

مغرب جو پہلے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکتا تھا اور نجات کی راہ نہ پاتا تھا احیائے علوم اور نشاۃ الثانیہ کی تحریک نے انیسویں صدی میں اسے سائنسی وفنّی ترقی کی منازل طے کرنے کے مواقع دیئے گویہ محسوس کیا جارہا تھا کہ

ع   یورپ میں بہت روشنیٔ علم وہُنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات

صنعتی ترقی نے یورپ اور مغربی اقوام کو دوسری اقوام پر برتری حاصل کرنے کا موقع دیا خصوصاً مسلم ممالک مغرب کی استعماریت کی زد میں آئے اور مغرب نے ان کے سیاسی، معاشی ومعاشرتی شعبہ ہائے زندگی پر اپنی گرفت مضبوط کرلی۔ علوم وفنون

کا وہ سورج جو مشرق سے طلوع ہو کر مغرب تک پہنچا تھا مغرب میں یوں ٹھہر گیا گویا مشرق سے اس کا کوئی ناطہ ہی نہ تھا مغرب میں روشنی بکھیرتا رہا اور مشرق طلوعِ آفتاب کا منتظر رہا۔ اس تاریکی میں مسلم مملکتوں پر سے مسلمانوں کی گرفت کمزور پڑتی گئی اور ان ممالک میں برائے نام مسلمانوں کی حکومتیں باقی رہ گئیں۔ ترکی ایران، افغانستان، فلسطین، عرب ریاستیں سب ہی مغرب کی استعماری قوتوں کے سامنے بے بس تھے اور جنوبی ایشیا کے حالات دگر تھے۔

برصغیر پاک و ہند کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً نو سو سال تک یہاں مسلمانوں کو عروج حاصل رہا اس دوران ہندوستان کے طول وعرض میں امن و آشتی اور علوم و فنون کا بول بالا رہا۔ یہاں تک کہ یہ سلطنت مغلیہ دورِ حکومت میں کمال عروج پر پہنچ کر ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد بدامنی کا شکار ہو کر تباہی کے دہانے پر آکھڑی ہوئی۔ مسلم حکمرانوں کے اس زوال کے لئے زمین اس وقت سے سینچی جا رہی تھی جب مغل بادشاہ جہانگیر کے زمانے میں انگریز کمپنی کو ہندوستان میں چند تجارتی کوٹھیاں قائم کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ یہ تجارتی کوٹھیاں ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے لئے آکاس بیل بن کر پروان چڑھتی رہیں اور سارے ہندوستان پر چھا گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے مسلمان حکمرانوں کے ہاتھ سے یہ عظیم سلطنت نکل گئی اور سارا اثاثہ بکھر گیا۔

انیسویں صدی کا نصف تھا چہار سو اندھیرا تھا۔ امید کی کرن صرف ایک بھرپور جدوجہد میں نظر آئی اور ۱۸۵۷ء میں ایک آخری بھرپور کوشش کی گئی۔ یوں بھی کچھ باقی نہ بچا تھا سب کچھ اس آخری کوشش کی نذر کرنے کا سوچ لیا اور برصغیر کے مسلمان پورے جوش سے اُٹھے لیکن انگریز کی طاقت اور اپنی صفوں میں اتحاد نہ ہونے کے باعث بلبلہ کی طرح بیٹھ گئے۔ یہ آخری کوشش بھی رائیگاں گئی انگریز برصغیر پر قابض ہو گئے اور ہندوستان کے عوام خصوصاً مسلمان انگریز کے زیرِ عتاب آ گئے، ہر ایک شعبۂ زندگی میں ترقی کی راہیں ان کے لئے مسدود ہو گئیں۔

دردمند دل رکھنے والے رہنما ضرور موجود تھے لیکن ناکامی کی دھند اس طرح چھائی تھی کہ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کوئی راہ نجات نظر نہ آتی تھی۔ آخر کار بارش کا پہلا قطرہ آگے بڑھا اور اس سرزمین کی شادابی کی صورت نظر آئی۔ سرسید احمد خاں کچھ معاونتیں اور بہت کچھ مخالفتیں ساتھ لے کر آگے بڑھے کہ برصغیر کے عوام کو قعرِ مذلت سے نکالیں گو یہ راہ بڑی پُرخطر اور طویل تھی لیکن اس پر چلنا ناگزیر تھا۔ اس کے بغیر امید کا دامن نہیں تھام سکتے تھے۔

سرسید احمد خاں نے انیسویں صدی کے نصف آخر میں علمی و عملی کاوشوں، مدارس کے قیام، کتب کی اشاعت، رسائل کے اجرا، کانفرنسوں کے قیام، تحریر و تقریر غرض ہر ممکن ذریعہ سے برصغیر میں بیداری کی لہر دوڑانے کی کوشش کی۔ سرسید احمد خاں کے ساتھ مصلحین کا ایک قافلہ تھا جو اصلاح، رہنمائی اور بھلائی کے علم لئے آگے بڑھتا جاتا تھا لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے جاتے تھے اور مایوسی کے بادل چھٹتے جاتے تھے۔ اٹھارویں صدی میں عالمِ اسلام نے یورپ کی استعمار پسند قوتوں کے سامنے بے بس ہو کر سیاسی انحطاط کا جو بدترین دور دیکھا تھا اور جس طرح مغرب نے مسلمانوں کا ہر ایک ملک میں، ہر ایک شعبہ میں استحصال کیا تھا اس کا قدرتی نتیجہ سامنے آنے والا تھا اس خاکستر میں سلگنے والی چنگاری جلد بھڑکنے والی تھی تاکہ آزادی کی روح ترکی، عرب، ایران اور برصغیر میں پھونک دی جائے اور یوں ہی ہوا وہ قوم جس سے آزادی چھینی جا رہی تھی آزادی کے لئے اس میں یوں تڑپ پیدا ہوئی کہ غلامی کی زنجیریں زنگ خوردہ محسوس ہونے لگیں اور اتحادِ اسلامی کا پرچم بلند ہوتا نظر آیا۔ برصغیر پاک و ہند میں جو رہنما مسلمانوں کی اصلاح اور بہتری کے لئے کوشاں تھے ان میں الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، اکبر الہ آبادی، مولوی نذیر احمد، عبدالحلیم شرر، حسرت موہانی، علی برادران اور دوسرے بہت سے زعماء کے نام اہم مقام رکھتے ہیں۔ آزادی و حریت کے جذبات ان میں سے

ہر ایک کے دل میں موجزن تھے لیکن ہر ایک کا اپنا مخصوص طریق اور انداز تھا۔ کسی نے طنز و مزاح سے غم کا مداوا اور قوم کی اصلاح کی کوشش کی ۔ اکبر الہ آبادی کہتے ہیں کہ

قوم کے غم میں ڈنر کھاتا ہے حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

الطاف حسین حالی بھی قوم کی ابتر حالت پر افسردہ تھے اور اسے قعرِ مذلت سے نکالنے کی فکر کرتے تھے لیکن قوم کو اس کا شاندار ماضی یاد دلا کر اور رُلا کر یہاں تک کہ ایسی مسدس لکھ ڈالی کہ سر سید اسے اپنی نجات کا ذریعہ گردانتے تھے، حسرت موہانی نے قوم کی زندگی اور آزادی کی خاطر قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں ، علی برادران نے آزادئ ہند کو اپنا نصب العین قرار دیا اور بے شمار زعما و مصلحین کے نام آسمان تاریخ پر روشن ستارے ہیں جن کی روشنی راہوں کو منور کرتی رہی لیکن ان میں ایک روشنیِ ایسی ہے جس میں چاند کی ٹھنڈک اور سورج کی حرارت محسوس ہوتی ہے ، یہ روشنی دلوں کو منور کرجاتی ہے اور تاریکی چھانٹ دیتی ہے ، جذبوں کو نام عطا کرتی ہے اور تڑپ پیدا کرتی ہے ، یہ ایک آوانہ ہے جو دلوں کو گرما دیتی ہے ، یہ سچی ، گہری اور پُر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھنے والی آواز حکیم الامت ، شاعر مشرق ، دانائے راز علامہ اقبال کی آواز تھی ۔

۹ ر نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہونے والی یہ عظیم شخصیت اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اتحاد ملی کی علمبردار بنی ، اتحاد اسلامی کی نقیب کہلائی ، مسلم قوم کے لئے جرأت و ہمت کا نشان ٹھہری ، ایسے وقت جب قدم آگے بڑھتے ہوئے ڈرتے تھے ، دلوں پر یاسیت و خوف کی حکمرانی تھی ، فہم کام نہ کرتی تھی کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ لگایا جائے ، مغرب کی مادہ پرستی کو سینہ سے لگا لیا جائے یا مسلمان ترک دنیا کر بیٹھیں ؟ کہ اقبال کی شعلہ بیانی ، جادو نوائی

فہم وفراست، عشق ولگن، جوش و ولولہ نے ایک لہر تازہ دوڑا دی، دلوں کو تڑپا دیا، خون کو گرما دیا، ایک صاف و روشن راہ سجھا دی، کھوئی ہوئی منزل کا پتہ بتا دیا، بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا، بکھرا ہوا شیرازہ سمیٹ لیا اور اپنا نورِ بصیرت عام ہونے کی جو دل سے دعا کی اسے درجۂ قبولیّت عطا ہوا ۔
علامہ اقبالؔ نے جو طرز اختیار کیا، جو پیام دیا وہ ایک انداز جداگانہ رکھتا تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں ؎

اوروں کا ہے پیام اور، میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

یہ پیام تھا اتحادِ مُسلمین کا! ملّت کو زمان و مکاں کی قید سے نکالنا ہی آپ کا منشا تھا۔ اتحادِ مسلمین کی بنیاد نہ مادیت پرستی میں تھی، نہ نگاہوں کو خیرہ کرنے والی چمک دمک میں بلکہ توحید و رسالت اس کا واحد راستہ تھا اس کی بنیاد نورِ بصیرت، روحانیّت، عقیدہ کی پختگی میں تھی۔
برصغیر پاک و ہند میں یوں تو اُمّت مسلمہ کی بیداری کا دَور انیسویں صدی میں شروع ہو گیا تھا، ہندوستان میں آزادی کے گیت گائے جا رہے تھے لیکن متحدہ ہندوستان اور متحدہ قومیّت کے دائرے سے شاذ و نادر ہی باہر نکلنے کی جراٗت نظر آتی تھی۔ مسلمانوں کا با اثر طبقہ بھی متحدہ قومیّت کے محدود دائرے سے نکلنے کے متعلق سوچنے کے لئے بمشکل ہی تیار ہوتا تھا اور وطنیّت کے راگ عام تھے۔ سر سیداحمد خاں نے ضرور محسوس کر لیا تھا کہ ہندو مسلمان ساتھ نہیں رہ سکتے اسی لئے انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیّت کبھی پسند نہ کی لیکن ان کے ذہن میں بھی کوئی واضح مثبت تصوّر نہ تھا۔ علاّمہ اقبالؔ کے ہاں اتحادِ مسلمین کا واضح اور شدید تصوّر نظر آیا، آپ کو مسلمانوں کی میراث کھو جانے کا غم تھا اور غم میں شدّت یوں تھی کہ کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا تھا، غلامی کو غلامی اور پستی کو پستی نہ سمجھا جاتا تھا، ایشیا، یورپ اور

افریقہ ہر مقام پر مسلمانوں کی قوت منتشر ہو رہی تھی، شیرازہ بکھر رہا تھا، غلامی کی زنجیروں کی جکڑ سخت ہو رہی تھی، مایوسی اور غمگینی کی کیفیت طاری تھی، وہ جو کہ تخلیق کے دلدادہ تھے اب تقلید کے پرستار نظر آتے تھے۔ ان میں نہ بلندیٔ کردار تھی نہ لذتِ گفتار، نہ عمیق فکر، جرأت مفقود انتشار مقدّر، مغربی استعمار نے امتِ مسلمہ کو اس طرح بکھیر دیا تھا

ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ان حالات میں علامہ اقبال کی کاوشوں کے پیشِ نظر یہ کہنا غلط نہیں کہ "وہ مسلم ہند کی تمام ہمعصر برگزیدہ ہستیوں میں سے پہلی اہم شخصیت تھے جس نے قوت اسلام کا عقیدہ قبول کر لینے کے بعد ہندوستان میں مخلوط قومیت کے تصور کو حتمی طور پر خیر باد کہا[۱]"

---

[۱] زندہ رود - ڈاکٹر جاوید اقبال ۱۹۸۴ء

شعری مجموعے

شاعر رنگین نوا ہے دیدۂ بینائے قوم

باب ۱

شعری مجموعے

شاعرِ مشرق، مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے پیہم جدوجہد کی ہے اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن ذریعہ و طریقہ اپنایا ہے۔ آپ کی یہ کاوشیں آپ کے شعری مجموعوں، نثر پاروں، خطبات و تقاریر، مکتوبات و پیغامات سے عیاں ہیں۔ آپ کے ہمعصروں، مبصرین و مفکرین اور مداحوں نے آپ کی کاوشوں کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ آئندہ صفحات میں آپ کی جہدِ مسلسل مختلف حوالوں سے پیش کی جاتی ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ مفکرِ اسلام نے اتحادِ ملت کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور ہر ایک قدم پہ اتحادِ ملت کے لئے ایک نئی راہ کھول دی انہی راہوں پہ گامزن ہو کر یہ ملت سرخروئی حاصل کر سکی۔

شعر دلی جذبات کے اظہار کا موثر ذریعہ ہے۔ علامہ اقبال کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک پہلو عظیم قومی شاعر کا بھی ہے آپ کی شاعری بھی بامقصد تھی۔ از ابتدا تا انتہا آپ نے شعر سے عظیم مقاصد حاصل کئے۔

بانگ درا جو تاریخ اشاعت کے اعتبار سے آپ کا پہلا مجموعہ نہیں لیکن اس میں آپ کا ابتدائی کلام شامل ہے اور ان نظریات پر مبنی ہے جو سفر یورپ سے پہلے شد و مد سے پیش کئے جا رہے تھے اس مجموعہ میں وہ نغمے اور نظمیں شامل ہیں جو مختلف جلسوں میں پڑھی گئیں یا اخبارات میں شائع ہوئیں آپ نے جس دور میں شعر کو ذریعہ اظہار بنایا وہ دور وطنیت کے نغموں کا دور تھا، ہندو مسلم اتحاد کی

باتیں ہوتی تھیں۔ مسلمان علماء اور رہنما بھی اس اتحاد سے آگے نہ سوچتے تھے، یہ متحدہ قومیت کے نعروں کا زمانہ تھا آپ نے بھی ان نعروں کی گونج سنی اور فطرتاً اس سے متاثر ہو کر کہنے پر مجبور ہوئے

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

یہ نغمہ ہندوستان کے طول و عرض میں گونجا اور وطنیّت کے جذبات کا آپ نے کئی بار اظہار کیا ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جن میں وطنیّت کے جذبات غالب ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ۔

ترانہ ہندی — سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

تصویر درد — وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اور پھر ہندوستانی بچوں کا قومی گیت لکھتے ہیں تو وطن پرستی کے بے پناہ جذبات ابھر کر سامنے آتے ہیں اور بار بار زباں پر نغمہ آتا ہے "میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے" اور پھر "نیا شوالہ" لکھتے ہیں تو وطنیت کے جذبات عروج پر پہنچ جاتے ہیں اور خاک وطن کا ہر ذرہ دیوتا نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کی یوں وطن پرستی کسی سے پوشیدہ نہیں اور نہ آپ نے اس حقیقت سے انکار کیا لیکن آپ کی زندگی اور افکار و نظریات کا گہرا مطالعہ آپ کے ذہنی ارتقاء کی واضح تصویر پیش کر سکتا ہے۔ آپ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ انگریزوں کے جبر و تشدّد کا دور تھا اور مسلمانوں کے لئے محکومی کے سوا چارہ نہ تھا چنانچہ ردِ عمل کے طور پر وطن پرستی کے جذبات ابھرنا فطری امر تھا علامہ اقبال بھی اپنے دور کے اثرات سے محفوظ نہ رہ سکے اور سفر یورپ پر روانگی تک آپ وطنیت کے جذبات سے سرشار تھے۔

۱۹۰۵ء میں آپ یورپ روانہ ہوئے اور قیامِ یورپ کے دوران تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا مغرب کے نظریات کا مشاہدہ و مطالعہ بھی جاری رکھا۔ مغربی تہذیب کا قریب سے مشاہدہ اس تہذیب کے ذرہ ذرہ کو واضح کرنے میں مددگار رہا، مغرب کی استعماری قوتوں کی تباہ کاریاں آپ نے مشاہدہ کیں اور یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ سیاسی وطنیّت کا بُت تو اقوام مغرب نے تراشا ہے جو روسو اور لوتھر کی تحریکوں کا نتیجہ ہے آپ نے جغرافیائی وطن کی اہمیت سے انکار نہیں کیا لیکن یہ احساس پیدا ہوا کہ سیاسی وطنیّت کا نظریہ کسی صورت ملّتِ اسلامیہ کے لئے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا اور آخر کار آپ یہ کہہ اُٹھے

مُسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

مفکّرِ اسلام کا خیال ہے کہ وطن کو ایک جغرافیائی اصطلاح میں تو استعمال کر سکتے ہیں اور اس سے بھی انکار نہیں کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں لیکن وطن کا سیاسی تصوّر اسلام سے متصادم ہے یہ ایک نیا تراشیدہ بُت ہے اور انسانیت اس کی بھینٹ چڑھائی جا رہی ہے، جبکہ اسلام کی روح عالمگیر انسانیت کا درس دیتی ہے، جبکہ یہ نظریہ ملوکیّت، سرمایہ داری، سامراجیّت اور غلامی کی زنجیروں کو مضبوط کرتا ہے، نفرتیں اور عداوتیں پیدا کرتا ہے، یہ نظریہ خصوصاً اقوامِ شرق اور امّتِ مسلمہ کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہوگا۔ آپ نے نظم وطنیّت میں اس نظریہ کی سخت مخالفت کی ہے ؏

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے — غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے — اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملا دے

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

علّامہ اقبال یہاں مغرب کے نظریۂ وطن کی تمام خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور مغرب کے ارادوں کو بھانپ کر اپنی قوم کی حفاظت کا سوچتے ہیں، مغربی استعمار کے خلاف پُرزور آوازہ اٹھاتے ہیں اور اس نظریہ کی فسوں کاری توڑنے کے لئے قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ آپ بخوبی جان گئے تھے کہ یہ مغربی تصوّر بھائی کو بھائی سے لڑائے گا، رنگ و نسل کے امتیاز کو ہوا دے گا جبکہ اسلام ان امتیازات، رنگ و نسل کے فرق کو مٹانے آیا ہے اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر انسانیت کی خدمت کا درس دیتا ہے۔

حکیم الامّت نے عالمگیر اتحاد کی ضرورت محسوس کی اور فیصلہ کیا کہ اس بکھرے شیرازے کو یکجا کرنا ہے، عالمگیر اتحاد و اخوّت کے ذریعہ تسبیح کے ان بکھرے دانوں کو ایک لڑی میں پرونا ہے کیونکہ

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

علّامہ اقبال نے وطن کے متعلق مغرب کا سیاسی تصوّر ماننے سے یوں بھی انکار کیا کہ یہ نظریہ اسلام سے متصادم تھا اگر یہ نظریہ درست ہوتا تو اسلام کی دعوت دینے کے بعد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت نہ فرماتے۔ جب دعوتِ اسلام دی گئی تو وہ لوگ جو آپؐ کی آواز پہ لبیک کہہ اٹھے انہیں کفارِ مکّہ سے جدا سمجھا گیا ایک علاقہ میں رہتے ہوئے بھی کفار اور مسلمان ایک قوم متصور نہیں کئے گئے۔

علّامہ اقبال کے نزدیک ہجرت میں یہ فلسفہ بھی کارفرما نظر آتا ہے کہ امّت مسلمہ کا کوئی ایک وطن نہیں اور یہ احساس مسلمانوں میں پیدا کرنے اور مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔

ہے ترک وطن سنت محبوبِ الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

اقبالؔ جانتے تھے اور خوب واضح کیا کہ موجودہ نظریہ وطنیت اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ

گفتارِ سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشادِ نبوّت میں وطن اور ہی کچھ ہے

دانائے راز پر یہ حقیقت افشا تھی کہ مسلم امت کی ہیئت ترکیبی اسے اتحاد کے لئے تیار کر سکتی ہے، اس قوم کی بنا توحید و رسالت پر پختہ یقین ہے جو اسے وحدت کی لڑی میں پرُو دیتا ہے، عقیدۂ توحید ہی مسلمانوں میں قوت و اتحاد کا ذریعہ بنا، انہیں ایک مرکز پہ جمع کیا، اتحادِ عمل کا سبب بنا۔ علاّمہ اقبال کے نزدیک یہی ملّت ہے جس کے اتحاد کی بنیاد اشتراکِ زبان اور اشتراکِ وطن پر نہیں بلکہ زیادہ صحت مند تمدنی تصوّرات، مثالی دستور العمل اور مذہب پر ہے اسی لئے اس قوم کا دوسری اقوام سے مقابلہ نہیں

اپنی ملّت پہ قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پہ انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرونا چاہتا ہے قرآن پاک واضح کرتا ہے "وہ لوگ جو مومن ہیں آپس میں بھائی بھائی ہیں" (الحجرات ۱۳) گویا بھائی چارہ اور عالمگیر اخوت کا درس امت مسلمہ کی زندگی کا اہم مقصد ہے۔ یہ امت جس کا یقین کامل خدائے واحد پر ہے، ایک آخری نبیؐ، ایک قرآن، ایک کعبہ پر ہے، ایک ملّت متصور ہو سکتی ہے چنانچہ علاّمہ اقبال اس امت کو اتحاد کا درس یوں دیتے ہیں ؎

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی، نہ افغانی

آپ کے نزدیک امت مسلمہ کے اتحاد کی بنیاد مذہب ہے اور اس بنیاد کو مضبوط و مستحکم بنانا ضروری ہے ؎

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

اقبال ملت اسلامیہ کے سامنے یہ نکتہ واضح کرتے ہیں ؎

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتہ سے اب تک بے خبر

اور پھر دعوت دیتے ہیں ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

آپ مسلمانوں کو یوں خبردار کرتے ہیں ؎

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاکِ رہ گزر

مفکر مشرق نے ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، آپ نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ آپ کا دل اتحاد اسلامی کے لئے تڑپتا تھا، آپ کی نگاہیں ملتِ اسلامیہ کا اتحاد دیکھنے کی منتظر تھیں، آپ کے اقوال و افعال وقفِ اتحاد ملت تھے اور یہی سبب ہے کہ مسلمانوں کے اتحاد کے لئے آپ کی سعیٔ پیہم کا اعتراف آپ کی حیات میں ہی کیا گیا اس کا گواہ وہ سپاس نامہ ہے جو اراکین اردو سوسائٹی گورنمنٹ محمڈن کالج

مدراس نے دسمبر ۱۹۲۸ء کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اس میں کہا گیا تھا

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم آج ایشیا کے بزرگ ترین شاعر کا خیر مقدم ادا کر رہے ہیں جس نے سب سے پہلے اتحاد و اخوت اسلامی کا خواب اس گئے گزرے دَور میں دیکھا تھا ...... اے نیّر اقبال ملت! اس وقت جبکہ ماہ سیمایان ہند خواب غفلت میں سرشار تھے اور جو چونکے تھے وہ محض رونے رلانے پر قانع تھے۔ تو نے سب سے پہلے صدا بلند کی کر ڈوبے ہوئے ستاروں کا ماتم کب تلک! تو نے بطن گیتی سے پیدا ہونے والے آفتاب تازہ کی طرف سب سے پہلے ہماری توجہ منعطف کرائی ...... صدیوں کے جمود اور تاریکی کی وجہ سے شب مہ سایہ کی ظلمت کی عادی آنکھیں تاب نظارہ نہ لاسکیں اور گوشۂ عزلت کی پناہ جویاں ہوئیں لیکن تیری پرجوش صداؤں نے انہیں باہر نکالا اور امید کی کرنوں کا تماشائی بنا دیا ...... تیری تابش کا اثر تھا کہ ذرے کے دل میں خورشید کی چمک پائی گئی" ع۲

سفر یورپ سے واپسی کے بعد آپ کے نظریۂ وطنیت و قومیت میں انقلابی تبدیلی رونما ہوئی اس تبدیلی کا ذکر کرتے ہوئے جناب عزیز احمد تحریر کرتے ہیں۔

"جو تبدیلی ہوئی وہ یہ نہیں تھی کہ اقبال نے قومی شاعری کی جگہ اسلام کی شاعری کو اپنا خاص موضوع بنایا اسلام کی شاعری تو ان کے کلام میں پہلے بھی شامل تھی اصلی تبدیلی یہ ہے کہ انہوں نے سیاسیات کو وطن سے علیحدہ کر کے مذہبی تمدّن سے منسلک کر دیا" ع۳

بانگ درا کی نظموں میں علامہ اقبال نے اگر ایک جانب امت مسلمہ کے مسائل اور زوال کے اسباب کا ذکر کیا ہے تو دوسری جانب اسلام کی بتائی

ع۲ انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار ص ۲۳۰

ع۳ اقبال نئی تشکیل ص ۴۳

ہوئی راہ اپنانے اور اس کے احیاء کی آرزو بھی کی ہے۔ نظم جزیرہ سسلی (صقلیہ) ۱۹۰۸ء میں لکھی گئی۔ آپ یورپ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں مسلمانوں کے تاریخی مقامات نظر آئے ان یادگاروں میں جزیرہ سسلی بھی تھا جس پہ نظر پڑی تو دل تڑپ اٹھا کہ یہ امت مسلمہ کے نشانات گم گشتہ کی یاد دلاتا ہے، مسلمانوں کا تاریخی ورثہ ہے اور تباہی کے قریب ہے۔ یہ عظیم آثار نظر آتے ہیں تو آپ خون کے آنسو روتے ہیں اور اس المیہ کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

تھا یہاں ہنگامہ ان صحرا نشینوں کا کبھی
بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
درد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تو منزل تھا میں اس کارواں کی گرد ہوں

آپ نے ملتِ اسلامیہ کے زوال کا نقشہ یوں پُرسوز لہجہ میں کھینچا ہے

فرقہ آرائی کی زنجیروں میں ہیں مسلم اسیر
اپنی آزادی بھی دیکھ ان کی گرفتاری بھی دیکھ
سازِ عشرت کی صدا مغرب کے ایوانوں میں سن
اور ایران میں ذرا ماتم کی تیاری بھی دیکھ
چاک کر دی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

'شمع و شاعر' میں آپ نے مسلمانوں کے زوال کو افسوس کے لہجہ میں بیان کیا لیکن اتحاد و تنظیم کو امتِ مسلمہ کے لئے اہم گردانا، امید کا دامن نہ چھوڑا مایوسی کے بادلوں میں بھی امید کی کرن کو روشن رکھا۔ آپ کو اس بات کا قلق تھا کہ قوم کو احساسِ زیاں بھی نہ تھا ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اور

سطوت توحید قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں نذرِ برہمن ہو گئیں
آبرو باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی
جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

لیکن اقبال ناامید نہیں تھے اور مسلمان قوم کے اتحاد کا خواب دیکھتے تھے آپ یقین محکم رکھتے تھے کہ اگر یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے تو سحر ضرور نمودار ہو گی اگر اُمت مسلمہ متحد ہو جائے تو یہ امت دوبارہ سرخرو ہو گی اور جو بجلیاں ان کے آشیانوں پر گر رہی ہیں ایک دن خود ہی خاکستر ہو جائیں گی، جو رہزن ان کی ہمتوں کو توڑ رہے ہیں وہ راہِ فرار اختیار کریں گے اور شامِ غم صبحِ امید میں بدل جائے گی ؎

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبحِ عید کی
ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی

آپ نے مسلم قوم کو ہمت و جرائت سے آگے بڑھنے اور توحید کا درس عام کرنے کی دعوت دی۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

اور پھر آپ مستقبل کے دریچوں سے جھانکتے ہیں تو کہہ اُٹھتے ہیں

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے!
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!!

مفکرِ اسلام نوجوانوں کو عظمت پارینہ یاد دلا کر ابھارنا چاہتے ہیں ؎

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے؟
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

نظم "مسلم" ۱۹۱۲ء میں لکھی گئی۔ اقبال اس میں بھی واضح کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ناموری اور عظمت و شہرت توحید پر پختہ یقین کے سبب حاصل ہوئی تھی اور پھر آپ امید قوی رکھتے تھے کہ اس قوم کا مستقبل بھی روشن و شاندار ہوگا

یادِ عہدِ رفتہ میری خاک کو اکسیر ہے
میرا ماضی میرے استقبال کی تفسیر ہے

دانائے راز علامہ اقبال "شکوہ" میں خدا سے شکوہ کرتے ہیں کہ ایسی امت جس نے توحید کا بول بالا کیا، جس نے شہر قیصر کو سر کیا، جس کی شمشیر جہانگیر جہاندار تھی جو کہ

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے — مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں، دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے — اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

علامہ اقبال نے "شکوہ" میں صرف شاندار ماضی کی یاد نہیں دلائی بلکہ دعوتِ عمل بھی دی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ بے عملی، انتشار، نصب العین سے دوری، مغرب کے نظریات کی اندھی پیروی اور مادیت پرستی ہی کی بنا پر مسلمانوں کا شاندار ماضی ان سے چھن گیا۔ اب بھی اگر یہ قوم توحید و رسالت سے سچا عشق کر سکے تو ملتِ اسلامیہ دنیا پر چھا جائے گی۔ آپ نے "جواب شکوہ" میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے خاتمہ، حال کے انحطاط، سیاسی، سماجی و معاشی زوال اور مغرب کی محکومی کا ذمہ دار مسلمانوں کے الحاد، مذہب سے دوری، بُت گری، جوہرِ قابل کے فقدان، ترکِ توحید و آئینِ رسالت کو قرار

دیا۔ آپ یقین رکھتے تھے کہ جوشِ ایمان، پختگیٔ کردار، صداقت و شجاعت اور حق و باطل میں امتیاز کی صلاحیت، ملّت بیضا کا اتحاد اسے دنیا کی ہر ایک قوت سے ٹکرانے اور باطل کو شکست دینے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے۔ آپ مسلمان قوم پر واضح کرتے تھے ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک — ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک — کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اس طرح علامہ اقبال نے مسلمانوں کو وطنیت کی تنگنائے سے نکال کر ایک وسیع و عریض گہرے سمندر کا شناور بننے کی دعوت دی کیونکہ

مُسلم کی بنائے قومیت ہے اسلام
مُسلم ہے اگر تُو تو وطن سے کیا کام (باقیات اقبال)

۱۹۰۸ء کے بعد سے علامہ اقبال کے ان جذبات کو جو مسلمانوں کو ایک مرکز پر دیکھنے کے لئے تڑپ رہے تھے شاعری کی زبان مل گئی، آپ ہندوستان کی آزادی کے لئے ہندو مسلم اتحاد نہیں بلکہ مسلمانوں کی بیداری لازمی سمجھتے تھے اور وطنیت کے بُت کو پاش پاش کر کے اتحادِ اسلامی کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔

۱۳ اپریل ۱۹۲۲ء کو خضرِ راہ انجمن حمایت اسلام کے ۳۷ ویں جلسہ میں پڑھی گئی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ پہلی جنگ عظیم ختم ہو چکی ہے، مسلمان نہایت کسمپرسی کے عالم میں ہیں، ترکوں کو ہار ہوئی، ایران پہلے ہی دم توڑ چکا تھا ۔ مغربی طاقتوں نے عربوں اور ترکوں کو لڑا دیا اور عرب مغربی استعمار کی چالوں کو نہ سمجھ سکے ترکوں سے آزاد ہو کر برطانیہ و فرانس کی آغوش میں جا گرے، صلیبی پرچم لہرانے لگے، بغداد اور دمشق آزادی کھو بیٹھے یہ سب کچھ انتشار کے باعث تھا، وطنیت کا مغربی تصور اہمیت حاصل کر بیٹھا تھا، جس کے باعث مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا ؎

حکمت مغرب سے ملّت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

اور

لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشت بنیاد کلیسا بن گئی خاکِ حجاز

آپ "خضرِ راہ" میں مسلمانوں کو زندگی، سلطنت، سرمایہ و محنت کے راز سے آگاہ کرتے ہیں، جمہوریت کے پردہ میں مغرب کی سرمایہ داری اور شہنشاہیّت کا پردہ چاک کرتے ہیں

آبتاؤں تجھ کو رمز آیہٗ اِنَّ الْمُلُوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادو گری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سُلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
"خواجگی" نے خوب چُن چُن کر بنائے مسکرات

اسی لئے اقبال نے ملّت بیضا کو رنگ و نسل کا فرق مٹا کر اتحاد قائم کرنے کا درس دیا کہ جس طرح حضرت بلالؓ حبشی اور حضرت سلمانؓ فارسی رنگ و نسل کے فرق کے باوجود ایک ہی ملت کے معزز اور قابلِ تقلید رُکن سمجھے جاتے تھے۔ اگر آج بھی ہمیں اسلاف کا قلب و نظر حاصل ہو جائے اور دنیا کے ہر ایک گوشے میں بسنے والے مسلمان ایک ہو جائیں، وطنیت کے محدود دائرہ سے نکل کر عالمگیر اخوت اپنائیں اسلامی رنگ میں رنگ جائیں تو آزادی و حریّت ان کے قدم چومے گی اور اسلام کی نشاۃ الثانیہ دُور نہ ہوگی۔

نظم "طلوعِ اسلام" ترکی میں مصطفےٰ کمال پاشا کی کامیابی کے بعد لکھی گئی۔ آپ نے اس فتح سے اسلام کی نشاۃ الثانیہ قریب دیکھی اور بتایا

دلیلِ صبحِ روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی

اور آپ خوش تھے کہ

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے

علاّمہ اقبال نے مسلمانوں پر واضح کیا کہ انہیں قوتِ ایمانی اور یقین محکم سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ستارے اس قافلہ کی گرد راہ ہوں گے، اس کی منزل چرخ نیلی فام سے پرے ہو گی اگر یہ امّت صداقت، عدالت، شجاعت کا سبق پڑھے تو دنیا کی امامت اس کا مقدر ہے۔

چنانچہ "خضرِ راہ" میں مفکّرِ اسلام مسلمانوں کو رنگ و نسل سے نجات حاصل کر کے اتحاد قائم کرنے کا درس دیتے ہیں ؏

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں مٹ جائے گا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابیٔ والا گہر
نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدّم ہو گئی
اُڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاکِ رہگذر

یقین افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملّت ہے

بانگ درا کا اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بڑا حصّہ مُسلم ممالک کے حالات سے متاثر ہو کر لکھا گیا ہے۔ خصوصًا تیسرے حصّے میں مسلمانوں کی بیداری، اتحاد اور تعمیرِ ملّت کا پہلو نمایاں ہے۔

مغرب آہستہ آہستہ بلادِ اسلامیہ کو اپنی استعماریت کا نشانہ بنا رہا تھا۔ بیسویں صدی کی ابتدا میں ترک نوجوانوں کی تحریک کے نتیجہ میں ترکی کے خلیفہ سلطان عبدالحمید کی خلافت ختم کر دی گئی لیکن یورپی طاقتیں ترکی میں انقلاب کی صورت میں مضبوط حکومت گوارہ نہ کر سکتی تھیں چنانچہ اسے ایک مضبوط قوت بننے سے پہلے ہی ختم کر دینے کی سازشیں کی گئیں اور ۱۹۰۸ء سے روس اور برطانیہ نے ایران کے داخلی معاملات میں مداخلت کر کے جنگ کے لئے راہ ہموار کرنا شروع کی ۱۹۱۱ء میں دونوں طاقتیں متحد ہو گئیں تاکہ ایران و ترکی کا خاتمہ کر سکیں۔ ۱۹۱۲ء میں طرابلس و بلقان میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی ترکوں پر سخت مشکل وقت آیا وہ جنگ ہار گئے اور خلیفہ دشمنوں کے ہاتھوں قید ہوا، ترکی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ سسکتا مریض دم توڑ دے گا۔ ایک طاقتور اسلامی مملکت یورپ کا مردِ بیمار کہلانے لگی۔

عربوں نے ترکوں کی مخالفت کرتے ہوئے مغربی طاقتوں کا ساتھ دیا اور سمجھا کہ ترکوں سے نجات حاصل کر لی لیکن غیروں کا تسلط قبول کر کے جلد ہی آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھے رفتہ رفتہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کے علاقے نکلتے گئے۔ بغداد و دمشق ہاتھوں سے نکل گئے، ترکی میں مسلمان سمٹتے سمٹتے ایک محدود علاقہ پر حکمران رہ گئے اور یوں مسلمانوں کی حکمرانی چند علاقوں میں برائے نام رہ گئی تھی۔

۱۹۱۴ء میں پھر بلقانی ریاستوں میں آپس میں تصادم ہوا اور ترکی کو کچھ حصے واپس مل گئے۔ علامہ اقبال ان تمام حالات و واقعات سے متاثر تھے اور اشعار کے ذریعہ اپنے دکھ کا اظہار کرتے تھے جس کا بڑا حصہ بانگ درا میں شامل ہے۔ آپ نے ترکی کے سپہ سالار کی محصوری اور ادرنہ کے ہاتھوں سے نکلنے پر نظم "محاصرہ ادرنہ" لکھی۔ اس کے علاوہ فاطمہ بنت عبداللہ، حضور رسالتمآب میں،

اور متعدد نظمیں جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے آپ کے دلی جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ کو کہیں امید کی کرن نظر آتی ہے تو امت کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں۔ فاطمہ بنت عبداللہ میں کہتے ہیں

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

شاعر مشرق یوں ہی امت مسلمہ کو بار بار بیدار کرنے کی جدو جہد کرتے رہے اور حرم پاک کی پاسبانی کے لئے آپس کے اختلافات بھلا کر اپنے اسلاف کی مانند متحد ہو کر کام کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

شاعر اسلام علامہ اقبال نے عالم اسلام کے اتحاد اور سربلندی کے لئے جہد مسلسل کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے کبھی دامن امید ہاتھ سے نہ چھوڑا علامہ کی دوربین نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ اگر شہادت مطلوب و مقصود مومن ہو جائے، اگر آرزو ؤں کے چراغ روشن ہو جائیں تو قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی بلکہ ملت بیضا کی شیرازہ بندی ہو گی ان تمناؤں اور امیدوں کا اظہار موصوف نے طلوع اسلام میں یوں کیا ہے

ضمیر لالہ میں روشن چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرے ذرے کو شہید جستجو کر دے
سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

دانائے راز علامہ اقبال نے تاروں کی تنک تابی سے صبح روشن ابھرتی دیکھی تھی اس لئے امت مسلمہ کے ہر فرد کو اتحاد کی دعوت دے کر نوید بہار دیتے تھے۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ،

بال جبریل : پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

بال جبریل ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی اس میں علامہ اقبال نے اتحادِ مسلمین اور ملت بیضاء کے احیاء کی روشن کرنیں دکھائی ہیں تاکہ یہ امت مایوسیوں کے گھرے غاروں سے باہر نکلے اور آسمان کی بلندیوں کو چھو لے۔ اقبال اس مجموعہ میں فکر و نظر کی بلندی، عشق و لگن اور درسِ خودی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ ہر دم آگے بڑھنے اور بڑھانے کی جستجو ہے اور خدا سے دعا کرتے ہیں ؏

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کر دے

آپ مسلم قوم کو آگے بڑھنے کی ترغیب دلاتے رہے کیونکہ

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

آپ امت مسلمہ کو یقین کی دولت سے مالا مال کرنا چاہتے تھے کیونکہ یقین اور پختہ عزم ہی منزل تک پہنچا سکتا ہے اس کے لئے خودی کا درس دیتے رہے اور ملت بیضا کی کامیابی کا راز خودی کی تعمیر اور اس کی بلندی میں تلاش کیا

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِّ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ

آپ کو غم تھا کہ قوم کے افراد خودی کی حقیقتوں سے واقف نہیں، خودی کی تعمیر نہیں کرتے ۔ غیر کے سامنے جھکنا اس قوم کو زیب نہیں دیتا اور غیر کے سامنے جھک کر یہ قوم کچھ حاصل نہیں کر سکتی بلکہ تن من دھن سب کچھ کھو جاتا ہے

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

اور آپ فرماتے ہیں

جاں بھی گروِ غیر بدن بھی گروِ غیر — افسوس کہ باقی نہ مکاں ہے نہ مکیں ہے
یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو — مجھ کو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

خواجگی میں کوئی مشکل نہیں رہتی باقی
پختہ ہو جاتے ہیں جب خوئے غلامی میں غلام

اور "جاوید" کے نام جو کچھ لکھتے ہیں وہ اپنی ملت کے تمام نوجوانوں کے لئے چاہتے ہیں کہ

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ!
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ!

بال جبریل کے اہم موضوعات جو ملت اسلامیہ سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً مسجد قرطبہ، ہسپانیہ، طارق کی دعا، ذوق و شوق، جاوید کے نام، ایک نوجوان کے نام، ساقی نامہ، پیر و مرید، جبریل و ابلیس وغیرہ وغیرہ ایسے عنوانات ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کی بیداری اور اتحاد کی کوشش کی گئی ہے ۔

مسجد قرطبہ جو کہ قرطبہ میں لکھی گئی مسلمانوں کی عظمت کی داستان سناتی ہے۔ آپ کو یہاں امت مسلمہ کی نشاۃ الثانیہ کی امید نظر آتی ہے لیکن اس کے لئے مرد مومن کی ضرورت ہے کیونکہ وہی نقش رنگ ثبات دوام رکھتا ہے جسے مرد خدا اتمام کرتا ہے۔ اس کے جلال و جمال نے آپ کو بے حد متاثر کیا ؎

تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل

"ہسپانیہ" میں آپ فرماتے ہیں

ہسپانیہ تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں

اور "طارق کی دعا" میں اپنی خواہش کا اظہار یوں فرماتے ہیں ؎

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

ساقی نامہ میں آپ ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو مایوسی، پستی اور انحطاط سے نکالنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ نوجوان احیائے ملت کے جذبہ سے سرشار ہوں اور جوش و ولولہ سے ملت اسلامیہ کی بیداری اور عروج کے لئے اپنے دن رات صرف کریں ان کے سینوں میں تمنا بیدار ہو جائے تو راہ کی دشواریاں خود بخود دور ہو جائیں آپ ساقی سے التجا کرتے ہیں

پلادے مجھے وہ مئے پردہ سوز — کہ آتی نہیں فصل گل روز روز!
وہ مئے جس سے روشن ضمیر حیات — وہ مئے جس سے ہے مستیٔ کائنات!

پھر مسلمانوں میں خرابی کا یوں ذکر کرتے ہیں

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش — مگر دل ابھی تک ہے زنار پوش!
تمدن تصوف شریعت کلام — بتان عجم کے پجاری تمام!
حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ امت روایات میں کھو گئی!

اور

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے !
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے !

مسلمانوں کا یہ حال زار دیکھ کر آپ دُعا کرتے ہیں

شراب کہن پھر پلا ساقیا وہی جام گردش میں لا ساقیا
تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے دلِ مرتضٰے سوزِ صدّیق دے
جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے مرا عشق میری نظر بخش دے

حکیم الامت مسلمانوں پر بار بار یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

آپ نوجوانوں کو خودی کا درس دیتے ہیں اور خرافات سے نکالنا چاہتے ہیں
• کیونکہ خودی ہی رازِ درونِ حیات ہے۔ یہی منزل کا پتہ دیتی ہے ؎

یہ موج نفس کیا ہے تلوار ہے ! خودی کیا ہے تلوار کی دھار ہے !
خودی کیا ہے رازِ درونِ حیات ! خودی کیا ہے بیداریٔ کائنات !

آپ نوجوانوں کو یوں ترغیب دیتے ہیں

تری آگ اس خاکداں سے نہیں جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہ گراں توڑ کر طلسم زمان و مکاں توڑ کر

ایک نوجوان سے آپ یوں خطاب فرماتے ہیں

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی !
امارت کیا شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل ؟
نہ زورِ حیدری تجھ میں نہ استغنائے سلمانی !
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں !
کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی !

گویا علّامہ اقبال نے بالِ جبریل کی غزلوں اور نظموں کے ذریعہ ملّتِ اسلامیہ کے زوال کے اسباب کی نشاندہی بھی کی ہے ۔ اس پر خون کے آنسو بھی بہائے ہیں اور امید کی کرن بھی دکھاتے ہیں اور اس کامیابی کے لئے اتحادِ ملت کا خواب دیکھتے ہیں پھر اس کی تعبیر چاہتے ہیں اور جنوبی ایشیا کے مسلمان آپ کے اس خواب کو سچ کر دکھاتے ہیں ۔

ضربِ کلیم :

ضربِ کلیم ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ۔ یہ عصرِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ ہے ۔ اس کے موضوعات بھی ملّتِ اسلامیہ کی بیداری اور تعلیم و تربیّت کے گرد گردش کرتے ہیں ۔ تعلیم و تربیت کے موضوع کے تحت مغربی تعلیم و تربیت کے خطرناک اثرات و نتائج کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان سے آگاہ کیا گیا ہے اور درس گاہوں پر نکتہ چینی کی گئی ہے کہ یہ خودی، فکر و نظر کی بلندی اور تخلیق کی صلاحیّت کے بجائے کورانہ تقلید، خوئے غلامی اور کردار کی پستی پیدا کرنے کا سبب بن رہی ہیں ۔ چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں

اقبال یہاں نام نہ لے علم خودی کا
موزوں نہیں مکتب کے لئے ایسے مقالات
محکوم کے حق میں ہے یہی تربیّت اچھی
موسیقی و صورت گری و علم نباتات (ہندی مکتب)

عصرِ حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تری دے کے تجھے فکرِ معاش
مدرسہ نے تری آنکھوں سے چھپایا جن کو
خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش (مدرسہ)

دنیا ہے روایات کے پھندوں میں گرفتار
کیا مدرسہ کیا مدرسہ والوں کی تگ و دو
کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت
وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو (اساتذہ)

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف
اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف (دین و تعلیم)

اور پھر طالب علم سے یوں خطاب فرماتے ہیں

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تُو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں (طالب علم)

آپ مسلمانوں کے اتحاد اور تعمیرِ ملّت کے لئے مومن کی صفات نوجوانوں میں دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ مومن ہی تسخیر کائنات کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہی شبستان وجود کو لرزہ براندام کر سکتا ہے

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا (صبح)

صرف صحیح تعلیم و تربیت ہی بچوں کو شاہین صفت بنا سکتی ہے لیکن اقبال کو شکایت تھی کہ شاہین بچوں کو خاکبازی کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔ ہمیں

اس اندھی تقلید سے آزاد ہو کر ایسی تعلیم دینی چاہیئے جو کھوئی عظمت کو واپس لا سکے۔ آپ محسوس کر رہے تھے

حلقۂ شوق میں وہ جراُت اندیشہ کہاں
آہ محکومی و تقلید و زوالِ تحقیق (اجتہاد)

ضرب کلیم میں "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" نہایت ولولہ انگیز نظم شامل ہے جو مسلمانوں کی بیداری اور اتحاد کے لئے مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے

خودی کا سرِّ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ مال و دولت و دنیا یہ رشتہ و پیوند
بُتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

شاعر مشرق جمعیت اقوام مشرق کا ذکر یوں کرتے ہیں

دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

آپ محکومی و کورانہ تقلید کو اقوام کی موت گردانتے تھے۔ ایک جگہ یوں خیال کا اظہار فرماتے ہیں

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور
زندہ کر سکتی ہے ایران و عرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیّت کہ جو ہے خود لبِ گور

آپ اسلام کی زندگی اور آزادی کے خواہاں تھے اور اسی لئے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے کوشاں تھے۔ آپ کے نزدیک وحدتِ افکار ملّت بیضا کے اتحاد کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقل خداداد
ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد (ہندی اسلام)

ضرب کلیم میں علامہ اقبال نے عشق و لگن کی دعوت دی ہے۔ توحید، جہاد، قوت اور دین، فقر و ملوکیت، حیات ابدی، مردان خدا، کافر و مومن وغیرہ اس کے موضوعات ہیں اور خودی محور و مرکز ہے۔ ضربِ کلیم ملتِ اسلامیہ کی تعمیر اور اتحاد کی خواہشات کا مجموعہ ہے، امید کی روشن کرن ہے، استعماریت سے اعلانِ جنگ ہے۔ ہر ایک شعر ایک پیغام ہے، ایک امید ہے اور منزل کا پتہ بتاتا ہے۔

شاعرِ مشرق، مفکرِ اسلام نے اُردو کلام کے ساتھ ساتھ فارسی کلام کے ذریعہ بھی ملتِ اسلامیہ کے اتحاد اور بیداری کی بھرپور کوشش کی۔

مثنویاں اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی : ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئیں۔ ان مثنویوں میں علامہ اقبال نے واضح کیا ہے اگر فرد کی خودی ملت کی خودی میں گم ہو جائے تو یہی اجتماعی قوت و قار کا سبب بن جاتی ہے اسی کے ذریعہ آپ نے مسلمانوں میں انفرادی و اجتماعی صلاحیتیں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ امت مسلمہ میں قیادت کی صلاحیت پیدا ہو جائے آپ نے ان مثنویوں کے ذریعہ چین سے مراکش تک کے مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیا ہے۔ آپ نے واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ توحید و رسالت پر انحصار کرتی ہے اسی بنیاد پر امت مسلمہ کی عمارت قائم ہے۔

آپ نے اسرارِ خودی میں ملتِ اسلامیہ کے بنیادی ستونوں کا ذکر کیا ہے، فرد کو خودی کا درس دیا ہے اور عشق سے اسے مستحکم کرنے کی ہدایت کی ہے ۔
اسرارِ خودی کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں ڈاکٹر نکلسن نے درست کہا ہے
" اقبال کے احساسات ایک پُرجوش مسلم کے احساسات ہیں اس کا اسلام سے یہ عقیدت مندانہ تعلق دنیا میں ایسی حکومت چاہتا ہے جس میں مسلمانوں کے لئے قومیّت و وطنیّت کی رکاوٹیں حائل نہ ہوسکیں ۔ اس کا نصب العین ایک ایسے آزاد مسلم معاشرے کا قیام ہے جس کا مرکز کعبہ ہو اور جو ایمان و ایقان کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ مضبوط عقیدہ رکھتا ہو ۔ اقبال نے اسرارِ خودی اور رموزِ بے خودی میں اسی کی تعلیم دی ہے "۔[۴۲]

رموزِ بے خودی میں نظموں کے مختلف موضوعات ہیں " ملت " کے موضوع پر وضاحت کے ساتھ خیالات کا اظہار کیا ہے اور بتایا ہے کہ ملّت کی بنا مقام و نسل نہیں ہے، رنگ و خون نہیں ہے صرف اور صرف مذہب ہے، توحید و رسالت ہے ۔ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں ۔ ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم محسوس کرتا ہے اور افراد کا ربط و ضبط ہی ملّت کے وجود کا باعث بنتا ہے۔

برنسب نازاں شدن نادانی است　　　حکم او اندر تن و تن فانی است
ملّت مارا اساس دیگر است　　　ایں اساس اندر دلِ ما مضمر است

علامہ اقبال نے افراد کے اتحاد کی دلیل فطرت کے مشاہدہ سے دی ہے

محفل انجم ز جذب باہم است
ہستیٔ کوکب ز کوکب محکم است

رموزِ بے خودی کی تمہید میں ملت کے ربط و ضبط کو اہم بتاتے ہیں اور فرد کے لئے بھی اس کی اہمیّت واضح کرتے ہیں ۔

---

[۴۲] زندہ رود ۳ ۲۳۲

فرد را ربطِ جماعت رحمت است
جوہر او را کمال از ملت است

مسلمانوں کا نظامِ زندگی آئین قرآن پاک کی روشنی میں ترتیب دینا چاہیئے اور قرآن پاک کو رہنما بنانا چاہیئے ۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

رموزِ بے خودی کے دیباچے میں اس کے موضوع کے بارے میں اقبال کہتے ہیں " میں نے ملت اسلامیہ کی ہیئت ترکیبی اور اس کے مختلف اجزا و عناصر پر نظر ڈالی ہے اور مجھے یقین ہے کہ امت مسلمہ کی حیات کا صحیح ادراک اسی نقطۂ نگاہ سے حاصل ہو سکتا ہے " ۵ـــــ

دونوں مثنویوں کی تعریف میں عبدالرحمٰن بجنوری کا ایک انگریزی مضمون ایسٹ اینڈ ویسٹ میں شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا کہ " اقبال مسیحا بن کر آیا ہے اور اس نے مُردوں میں زندگی کے آثار پیدا کر دیئے ۔ جب یہ مثنویاں حقیقی معنوں میں سمجھ میں آجائیں گی تو دنیائے اسلام میں وہ لہر اُٹھے گی جس کے نتائج نہایت شاندار ہوں گے " ۶ـــــ

شاعرِ مشرق علامہ اقبال ۱۹۱۳ء سے سیاست سے الگ تھلگ رہے ۱۹۲۳ء تک ایک طرح گوشہ نشینی کی زندگی گزاری اس دوران آپ کو بعض زعماء نے سیاست میں عملی حصہ لینے پر مجبور بھی کیا لیکن آپ نے اپنے گھر کو کشتیٔ نوح سمجھ کر اس میں پناہ لے لی ۔ جناب مولانا شوکت علی نے آپ کو علی گڑھ آنے کی دعوت دی ۔ آپ نے خط کا جواب دیا " بھائی شوکت اقبال عزلت نشین ہے اور اس طوفان بے تمیزی کے زمانے میں گھر کی چار دیواری کو کشتیٔ نوح سمجھتا ہے " ۷ـــــ

۵ـــ زندہ رود ص ۲۱۱ ۔ ۶ـــ زندہ رود ص ۲۳۹
۷ـــ ذکر اقبال ص ۱۰۱

اس طرح مفکرّہ پاکستان اس دَور میں سیاست سے الگ رہے لیکن اسی زمانے میں اتحادِ اسلامی کی بے مثال کوششیں کی ہیں۔ جناب محمد حنیف شاہد لکھتے ہیں "انہوں نے اس گوشہ نشینی کے زمانہ میں مثنوی "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" اور دیگر نظمیں لکھ کر ہندوستان بالعموم اور مسلمانانِ ہند و دنیائے اسلام بالخصوص کی جو خدمت کی وہ شاید سیاست کے میدان کے شاہسوار بن کر انجام نہ دے سکتے۔ اس دَور کا ان کا یہی ایک کارنامہ ہندوستان کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ کیونکہ ان مثنویوں کے ذریعہ انہوں نے مسلمانانِ ہند اور دنیائے اسلام کو بیدار کیا اور ان میں اسلامی روح پیدا کی جو سیاسی پلیٹ فارم پر تقریروں کے ذریعہ شاید نہ ہوتی" ع ۸

پیامِ مشرق :

پیامِ مشرق جو فارسی کلام کا مجموعہ ہے اور ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا۔ اس کے مقصد کے بارے میں دیباچہ پیام مشرق میں اقبال خود لکھتے ہیں "اس کا مدعا زیادہ تر ان اخلاقی، مذہبی اور ملّی حقائق کو پیش نظر لانا ہے جن کا تعلق افراد اور اقوام کی باطنی تربیت سے ہے" اس میں نقش فرنگ کے باب میں سرمایہ و محنت سے متعلق چند نظمیں ہیں مثلاً پیام، صحبت رفتگاں، نوائے مزدور وغیرہ ان نظموں کی وجہ سے آپ کو بالشویک خیالات کا حامی کہا گیا۔ آپ نے اس کی تردید کے لئے ۲۴ جون ۱۹۲۳ء کے "زمیندار" میں خط شائع کرایا "کسی صاحب نے میری طرف بالشویک خیالات منسوب کئے ہیں چونکہ بالشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہوجانے کے مترادف ہے۔ اس واسطے اس تحریر کی تردید میرا فرض ہے" پھر آپ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ تمام مسائل کا حل قرآن پاک سے مل سکتا ہے اور مسلمانوں کو قرآنی تعلیم کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔

ع ۸ علامہ اقبال اور قائداعظم کے سیاسی نظریات ص ۷۳

جاوید نامہ :

یہ فارسی کلام ہے - اس میں شاعر افلاک کی سیر کرتا ہے - مختلف افلاک پہ مختلف افراد سے ملاقات ہوتی ہے اور مختلف افراد کو دیکھتا ہے - اس میں خصوصاً نژادِ نو کے لئے درسِ عمل و خودی ہے اور بہت سے واقعات بتا کر عبرت دلائی گئی ہے خصوصاً فلکِ زحل پر ملّت کے غداروں کو عذاب میں مبتلا دکھایا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال ملّت کے غدّاروں سے سخت برہم تھے اور ایسے افراد کو کسی صورت معاف نہیں کرنا چاہتے تھے - درج ذیل اشعار سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن !

ملتے را ہر کجا غارت گرے است
اصل او از صادقے یا جعفرے است

الاماں از روحِ جعفر الاماں
الاماں از جعفرانِ ایں زماں!

مثنوی پس چہ باید کرد مع مسافر :

۱۹۳۳ء میں علامہ اقبال نے شاہ افغانستان نادر شاہ کی دعوت پر افغانستان کا سفر کیا - آپ نے اس سفر کے تاثرات "مسافر" کے نام سے شائع کرائے پھر ۱۹۳۶ء میں مثنوی پس چہ باید کرد مع مسافر شائع ہوئی -

"مسافر" میں افغانستان میں اپنے قیام اور مصروفیات، اکابرین سے ملاقاتوں اور بزرگوں کے مزاروں پر حاضری کا ذکر کیا ہے جن میں گاہے گاہے مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت، اصلاح اور خودی کی تربیت کا ذکر بھی کرتے ہیں - خصوصاً آٹھویں فصل میں مسلمانوں کے زوال اور خستہ حالی کا ذکر ہے - اس کا سبب آپ نے مسلمانوں کی توحید و رسالت سے دوری بتایا ہے - آپ تعجب کرتے ہیں کہ

آج مسلمان اپنے اندر وہ خصوصیات نہیں رکھتا جو مردِ حق کی پہچان ہیں۔ ان کے دل سوز سے خالی ہیں، بلندیٔ فکر کا فقدان ہے۔ یقین محکم اور عمل پیہم سے عاری ہیں ؎

این مسلماں از پرستانِ کیست؟ — در گریبانش یکے ہنگامہ نیست
سینہ اش بے سوز و جانش بے خروش — او سرافیل است و صور او خموش
قلب او نا محکم جانش نژند — در جہاں کالائے او ناارجمند

آپ مسلم نوجوانوں میں اسلاف کا جوش و جذبہ اور انہیں گفتار و کردار کا غازی دیکھنا چاہتے تھے، رب ذوالجلال سے یہی دعا فرماتے تھے تاکہ یہ قوم اپنا کھویا ہوا وقار اور آزادی دوبارہ حاصل کر سکے۔

شعلہ از خاک اُو باز آفریں — آں طلب آں جستجو باز آفریں
باز جذبِ اندروں اُو را بدہ — آں جنون ذوفنونِ اُو را بدہ
شرق را کن از وجودش استوار — صبح فردا از گریبانش برار!

مثنوی "پس چہ باید کرد" میں مجموعی طور پر مسلمانوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان کا شاندار ماضی یاد دلایا ہے، مغربی تمدن کے خطرناک اثرات سے آگاہ کیا ہے۔ اپنے زورِ بازو سے کام لینے اور تعمیرِ خودی کا درس دیا ہے۔ اس کا خاص مقصد اقوامِ شرق کو فرنگیوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ذہنی طور پر بیدار کرنا تھا، ملت کو طاقت و زندگی کا راز بتانا تھا۔ آپ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی کامیابی کا راز بتایا اور مسلم قوم کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب واپس آنے کی ہدایت کی۔ اس مثنوی میں آپ دینِ اسلام عشقِ رسولؐ، سیاست حاضرہ کی تشریح، اقوامِ شرق کی نجات کے موضوعات کو خوبصورت الفاظ و زبان میں بیان فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے روکتے ہیں۔ مومن کی صفات مسلم نوجوانوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

عشقِ رسولؐ کے بغیر قیام و سجود میں سرور نہیں پاتے ؎

از قیام بے حضورِ من مپرس　　　از سجود بے سرورِ من مپرس
جلوۂ حق گرچہ باشد یک نفس　　　قسمتِ مردانِ آزاد است و بس

آپ مسلمانوں سے سوال کرتے ہیں

پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق؟　　　باز روشن می شود ایامِ شرق

آپ مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ دنیا کے سامنے واضح کر دیں کہ

عقل اندر حکم دل یزدانی است
چوں ز دل آزاد شد شیطانی است

آپ رنگ و نسل کے فرق کو مٹا کر جمعیت کی دعوت دیتے ہیں

اہل حق را زندگی از قوت است
قوتِ ہر ملت از جمعیت است

ارمغان حجاز :

ارمغان حجاز علامہ اقبال کی وفات کے بعد ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی یہ فارسی اور اُردو کلام پر مشتمل ہے۔ اس میں ان جذبات کا بھی اظہار ہے جو فریضۂ حج کی تیاری کے وقت طاری تھے۔ اس میں علامہ نے ملتِ اسلامیہ کی محکومی پر اظہارِ افسوس بھی کیا ہے اور اس کی آزادی کے لئے دعا بھی کی ہے۔

ز محکومی مسلماں خود فروش است
گرفتارِ طلسمِ چشم و گوش است

آپ ارمغان حجاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش فرماتے ہیں، مسلمانوں کو ان کی صفات یاد دلاتے ہیں، خلافت و ملوکیت کا فرق بتاتے ہیں، مقاماتِ خودی واضح کرتے ہیں اور پھر ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کا نقشہ کھینچتے ہیں تو دنیا کے نظامہائے سیاست و زندگی، مسلمانوں کی قوت و لاپرواہی، اپنے مذہب سے دُوری کا دردانگیز ذکر کرتے ہیں۔ اس مجلس میں ابلیس کے مشیر مختلف مسائل، واقعات، نظریات و حالات

پہ اپنی اپنی رائے دیتے ہیں آخر میں آپ اس امت کی طاقت و توانائی سے ابلیس کو بھی خوفزدہ پاتے ہیں یعنی آپ مسلمانوں پہ یہ حقیقت واضح کرنا چاہتے تھے کہ وہ خوابِ غفلت میں پڑے ہیں اگر بیدار ہو جائیں اور جمعیت اختیار کریں تو اب بھی سب سے بڑی طاقت ثابت ہوں گے۔ ابلیس کہتا ہے

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

لیکن پھر کہتا ہے

جانتا ہوں یہ امت حاملِ قرآں نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیرِ رہ نشیں

اور پھر ابلیس یوں ڈرتا ہے

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

گویا اقبال جانتے تھے کہ اگر یہ امت بیدار ہو جائے تو اسلامی انقلاب برپا کر سکتی ہے اور یہی آپ کا نصب العین تھا جسے حاصل کرنے کے لئے آپ نے اپنے اشعار کی شعاعوں سے دنیائے اسلام اور امتِ مسلمہ کو روشن کیا۔

مقالات ومضامین

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

باب ۲

مقالات و مضامین

محسن ملّت علاّمہ محمد اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے اگر ایک جانب اپنے شعر کو ذریعہ بنایا اور دلِ مسلم میں تڑپ پیدا کی تو دوسری جانب مضامین و مقالات سے بھی یہ عظیم خدمت انجام دی۔

قیامِ یورپ کے دوران آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے موضوع پر مضامین لکھنے اور لیکچر دینے کا بھی سلسلہ جاری رکھا اس دوران اسلامی موضوعات میں آپ نے جس دلچسپی کا اظہار کیا اس کا اہم ثبوت مدیر " وطن " خواجہ نظامی کے نام لندن سے لکھا جانے والا آخری خط ہے جو ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سارے عرصہ میں انہیں ایک ہی لگن تھی اور وہ اسلامی علوم و ادبیات کی گہرائیوں تک پہنچنے کی تھی۔ آپ علوم اسلامی اور اسلام کے آثار پر گہری نظر رکھتے تھے اور امت مسلمہ کے اتحاد اور زندگی کے لئے اسے بھی اہم ذریعہ گردانتے تھے۔

اس دوران لکھے گئے مضامین اور لیکچرز میں اسلامی تصوّر، مسلمانوں کا اثر تہذیبِ یورپ پر، اسلامی جمہوریت، اسلام اور عقل انسانی شامل ہیں۔

علامہ اقبال نے اپنے مضامین کے ذریعہ بھی اسلامی اتحاد کی جدوجہد جاری رکھی اور مغرب کے نظریۂ وطنیت کی تردید کی۔ آپ اپنے ایک مضمون " جغرافیائی حدود اور مسلمان " میں جو کہ ۱۹۳۶ء میں لکھا گیا تحریر کرتے ہیں " میں نظریۂ وطنیت کی تردید اس زمانہ سے کر رہا ہوں جبکہ دنیائے اسلام اور

ہندوستان میں اس نظریہ کا کچھ ایسا چرچا بھی نہ تھا۔ مجھ کو یورپین مصنفوں کی تحریروں سے ابتدا ہی سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی تھی کہ یورپ کی دلی اغراض اس امر کی متقاضی ہیں کہ اسلام کی وحدتِ دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریۂ وطنیت کی اشاعت کی جائے چنانچہ ان کی یہ تدبیر جنگ عظیم میں کامیاب بھی ہوگئی۔" ع۹۔

حکیم الامت مسلمانوں کے اتحاد اور امت مسلمہ کی ہیئت اجتماعی پر زور دیتے رہے کیونکہ آپ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی تھی کہ صرف اسلام ہی واحد اجتماعی نظام قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اپنے مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" میں یہ بھی واضح کیا "اگر عالم بشریت کا مقصد اقوام انسانی کا امن، سلامتی اور ان کی موجودہ اجتماعی ہیئتوں کو بدل کر ایک واحد اجتماعی نظام قرار دیا جائے تو سوائے نظام اسلام کے کوئی اور اجتماعی نظام ذہن میں نہیں آسکتا" ع۱۰

آپ نے اسی مضمون میں واضح کیا ہے کہ مغرب کا نظریۂ وطنیت اسلام کے منافی ہے۔ ہم امت محمدی کا لفظ استعمال کرسکتے ہیں جس میں ملت کا تصور ہے۔ اگر جغرافیائی حدود کی بنا پر اقوام کی تقسیم ہوتی یا وطنیت کا تصور قائم کیا جاتا تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب میں رہنے والوں کو ایک قوم، ایک ملت سمجھتے اور کافر و مومن کی تخصیص نہ ہوتی اسی طرح کافر مسلمانوں کی کوئی مخالفت نہ کرتے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ پس مسلمانوں کا اتحاد ضروری ہے اور وہ جغرافیائی وطن کو تسلیم نہیں کرسکتے۔ اسی مضمون میں آپ مولانا حسین احمد مدنی کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں " آپ نے سوچا نہیں کہ آپ اس توضیح سے (کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں) دو غلط اور خطرناک نظریئے مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں ایک یہ کہ مسلمان بحیثیت قوم اور ہوسکتے ہیں اور بحیثیت ملت اور۔ دوسرا یہ کہ از روئے قوم چونکہ وہ ہندوستانی ہیں اس

ع۹ مقالاتِ اقبال ص ۲۶۳

ع۱۰ مقالاتِ اقبال ص ۲۶۵

لئے مذہب کو علیحدہ چھوڑ کر انہیں باقی اقوامِ ہند کی قومیت یا ہندوستانیت میں جذب ہونا چاہیئے "۔ع ۱۱

محسنِ ملت نے نو آبادیاتی نظام کی مخالفت کی اور اس نظام سے نجات حاصل کر کے اتحادِ ملت کا خواب دیکھا۔ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ناگفتہ بہ حالات پر خون کے آنسو بھی روتے تھے اور اتحاد کے نغمے بھی بکھیرتے تھے تاکہ امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہو سکے لیکن آپ آزادئ ملت کے لئے دین کا خسارہ گوارہ نہیں کرتے تھے۔

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ

آپ دین کو ساتھ رکھتے ہوئے آگے بڑھنے کی تلقین کرتے تھے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ کسی شعبۂ زندگی میں کسی دوسرے نظام کا محتاج نہیں۔ آپ فرماتے ہیں " اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہنِ انسانی کو نسل و وطن کی قیود سے آزاد کر سکتی ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا "ع ۱۲

علامہ اقبال جانتے تھے کہ اسلام صرف وحدت کی صورت ہی میں دنیا میں زندہ رہ سکتا ہے، اس کے نام لیوا اپنی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اسے اپنا کر کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس کے بغیر ان کا عقیدہ اور یقین پختہ نہیں ہو سکتا۔ ہماری تمدنی زندگی کا ہر ایک پہلو ہمارے مذہب سے وابستہ ہے۔ علامہ اقبال اپنے ایک مضمون میں تحریر کرتے ہیں " مسلمانوں میں اصلاح تمدن کا سوال دراصل ایک مذہبی سوال ہے کیونکہ اسلامی تمدن اصل میں مذہب اسلام کی عملی صورت کا نام ہے اور ہماری تمدنی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو اصول مذہب سے جدا ہو سکتا ہو "ع ۱۳

ع ۱۱ مقالاتِ اقبال ص ۲۶۸ — ع ۱۲ اقبال اور سیاست ملی ص ۲۱۳

ع ۱۳ زندہ رود ص ۱۸۵

حکیم الامّت کے نزدیک ہندی مسلمان کی اصطلاح مناسب نہیں تھی۔ کیونکہ اسلام کسی خاص مقام سے وابستہ نہیں اور نہ اس کی پہچان علاقہ سے ہوتی ہے۔ یہ ایک ملّت ہے اور مذہب و ملّت کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔

علاّمہ اقبال نے ۱۹۰۹ء میں ایک انگریزی مضمون بعنوان "اسلام بحیثیت ایک اخلاقی اور سیاسی نصب العین" میں اسلام کے تصوّرِ ملّی کی وضاحت کی تھی۔ یہ مضمون ہندوستان ریویو میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۰۹ء ہی کا زمانہ تھا جب آپ نے ہندو مسلم اتحاد کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

علاّمہ محمد اقبال نے مسلم اتحاد کے موضوع پر کئی مقالے لکھے اور کئی مضامین تحریر کئے۔ اسی موضوع پر ایک مضمون بعنوان "اسلام بہ سیاسی فکر" لکھا اس میں آپ کہتے ہیں "اسلام کا سیاسی مقصد تمام نسلوں اور قومیتوں کے ادغام سے ایک ملّت کی تعمیر ہے"۔ ع۱۴

ڈاکٹر جاوید اقبال تحریر فرماتے ہیں "۱۹۱۰ء میں اقبال کی بعض تحریریں قابلِ توجہ ہیں۔ اس سال انہوں نے "افکار پریشان" کے عنوان کے تحت انگریزی میں ایک بیاض ۲۷ اپریل ۱۹۱۰ء سے لکھنا شروع کی۔ بیاض میں اتحاد ملی کے متعلق فرماتے ہیں ہمارے ملّی اتحاد کا انحصار اس بات پر ہے کہ مذہبی اصول پر ہماری گرفت مضبوط ہو جونہی یہ گرفت ڈھیلی پڑی ہم کہیں کے بھی نہیں رہیں گے"۔ ع۱۵

غرض آپ کے مقالات و مضامین اور نثری کاوشیں مسلمانوں کے اتحاد کی کاوشوں کا اہم حصّہ ہیں۔

ع۱۴ زندہ رود ص ۱۹۰ ع۱۵ زندہ رود ص ۱۸۸

ملاقاتیں

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی

باب ۳

ملاقاتیں

مفکرِ پاکستان اقبال کے حضور جو بھی حاضر ہوا وہ جانتا ہے کہ مفکرِ اسلام شاعرِ مشرق ایک جانب اگر اپنی تحریروں سے اتحادِ مسلمین کے لئے کوشاں تھے تو دوسری جانب نجی ملاقاتوں میں بھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اس کا اندازہ ہمیں آپ کے ہمعصر بزرگوں، علماء اور رہنماؤں کی ملاقاتوں کے ذکر سے ہوتا ہے۔

قیامِ یورپ کے دوران آپ کے دل میں ملّت کے اتحاد کے لئے تڑپ بڑھتی ہی گئی اور جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ قول و فعل سے اس جذبہ کو عملی صورت میں دیکھنے کی تیاری کرتے رہے۔ جناب عبدالمجید سالک لکھتے ہیں "ایک دفعہ راقم الحروف سے فرمایا کہ یورپ میں جس انداز کی نظمیں کہتا تھا اگر اسی انداز پہ قائم رہتا تو کبھی کا نوبل پرائز پا چکا ہوتا لیکن میں نے تہذیبِ مغربی کی کیفیت اور ملّتِ اسلامیہ کی حالت دیکھ کر یہی فیصلہ کیا کہ آج وہ زمانہ ہے جس میں ہر ایسے مسلمان کو جسے قدرت سے کوئی استعداد ودیعت ہوئی ہے چاہیئے کہ اپنی پوری طاقت مسلمانوں کی خدمت اور اسلام کی بزرگداشت کے لئے وقف کر دے یہ ہزار نوبل انعامات سے بہتر ہے" ع۱۶

جناب سید نذیر نیازی نے "اقبال کے حضور" میں جن ملاقاتوں، نشستوں اور گفتگو کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی اقبال کو سمجھنے کے لئے بیش بہا خزانہ

ع۱۶ ذکرِ اقبال ص ۵۰

ہیں۔ ذیل میں ان ملاقاتوں سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب اقبال ہر لمحہ مسلمانوں کے اتحاد کی فکر کرتے تھے اور مسلمانوں کا اتحاد امت کا اتحاد سمجھتے تھے۔

" ۱۰ جنوری ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال کے سامنے مسلمانوں کی قیادت کا مسئلہ اور انتشار کا ذکر ہوا اور کچھ مایوسی ظاہر کی گئی تو علامہ اقبال نے پُر یقین لہجہ میں کہا مجھے تو یوں نظر آتا ہے کہ ہمیں میں سے کوئی صاحب ایمان اُٹھ کھڑا ہوگا اور اس کا خلوص و دیانت ساری قوم کو ایک مرکز پر جمع کر دے گا۔" پھر فرمایا "ہمارے مسائل کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے اتحاد ـــــ مسلمان متحد ہو گئے تو ان کی جداگانہ قومیت تسلیم کر لی جائے گی۔ جداگانہ قومیت تسلیم کر لی گئی تو ہم آزادی سے اپنا مستقبل تعمیر کر سکیں گے" ع۱۷ آپ کو یقین تھا کہ اگر مسلمان جداگانہ انتخاب سے دستبردار نہ ہوں اور اتحاد پر قائم رہیں تو ضرور مسلمانوں کو کامیابی ہوگی اور ہم سب نے دیکھ لیا کہ اسی بنیاد پر مسلمان کامیاب و کامران ہوئے۔

علامہ اقبال نے ہر اس واقعہ یا موقع پر اظہار افسوس کیا اور مسلمانوں کے اتحاد کی خواہش ظاہر کی جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچی۔ ۱۹۱۹ء میں امرتسر کے جلیانوالہ باغ کے ایک احتجاجی جلسہ پر جب جنرل ڈائر نے بے دردی سے گولیوں کی بوچھاڑ کرا دی اور سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں تو آپ خاموش نہ رہ سکے اور اس سے متاثر ہو کر لکھا

ہر زائرِ چمن سے کہتی ہے خاک پاک
غافل نہ رہ جہاں میں گردوں کی چال سے
سینچا گیا ہے خونِ شہیداں سے اس کا تخم
تو آنسوؤں کا بُخل نہ کر اس نہال سے

اسی طرح "شہید گنج" کے واقعہ سے بھی نہایت تکلیف پہنچی اور اکثر اس کا

ع۱۷ اقبال کے حضور ص ۳۶۲

ذکر کرتے تھے ۔جناب نذیر نیازی ۲؍فروری ۱۹۳۸ء کی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں جناب علامہ اقبال نے فرمایا "مسلمان اتحاد کرلیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔شہید گنج کا مرحلہ کیسا کٹھن ہے لیکن یوں اس کا حل بھی نکل آئے گا"۔ ع۱۸ ملاقات ۷؍مارچ ۱۹۳۶ء علامہ نے فرمایا۔اسلام کی روح اجتماعی ہے لہٰذا عالم اسلام کا زوال وانحطاط رک سکتا ہے تو کسی ایسی ہی تحریک سے جو اس پورے کُل پر محیط ہو جسے ہم دین اسلام سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا ہم اپنا اختیار واقتدار کھو بیٹھے ہیں، ہمارا شیرازۂ وحدت بکھر چکا ہے، ہماری کوئی سیاست نہیں، سیاست نام ہے اتحاد وارتباط کا سیاست عبارت ہے اختیار واقتدار سے، اختیار واقتدار ہے تو وہ زندگی بھی ہے جس کے ہم آرزومند ہیں ۔۔۔ فرمایا سیاست کو قوم سے وہی نسبت ہے جو جسم سے جان کو، سیاست زندگی ہے، سیاست آزادی ہے ۔۔۔سیاست کے معنی ہیں حیات ملّی کا شعور، سیاست سے مدعا ہے اس نصب العین کی جدوجہد جس سے ہمارا مستقبل وابستہ ہے" ع۱۹

علامہ اقبال مسلمانوں کے اتحاد کے دل سے خواہاں تھے۔ابتدائی زمانہ میں بہت تھوڑا عرصہ آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کیں لیکن بہت جلد آپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ ایسی کوششیں بے سود ہوں گی اور اسلام سے متصادم ہوں گی آپ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ متحدہ قومیت کا نعرہ صرف اس وقت تک کے لئے ہے جب تک ہندوستان متحدہ حیثیت میں آزاد نہیں ہوتا پھر مسلمان قوم کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔دوسرے اسلامی ممالک کے درمیان بھی آپ اختلافات کا جائزہ لے رہے تھے اور اس کے اسباب بھی آپ کو وطنیت کے مغربی نظریہ میں پوشیدہ نظر آتے تھے۔ڈاکٹر جاوید اقبال کہتے ہیں "مسلم قائدین نے ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم کی اور اپنے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا۔اس سے اگلے سال اقبال ذہنی اور قلبی انقلاب سے گزرے ۔۔۔ لندن میں

ع۱۸ اقبال کے حضور ص ۱۳۶ ع۱۹ اقبال کے حضور ص ۲۸۸

پان اسلامک سوسائٹی اور مسلم لیگ کی برٹش کمیٹی میں ان کی دلچسپی نیز اسلامی تمدن پر ان کے لیکچروں کے سلسلہ سے ظاہر ہے کہ اقبال کا زاویۂ نگاہ بدل چکا تھا۔ لاہور واپسی کے بعد انجمن حمایت اسلام کے دو ایک جلسوں میں نظموں کی بجائے انہوں نے انگریزی میں اسلامی تمدن ہی کے موضوع پر تقریریں کیں۔ ۱۹۰۹ء تک وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اپنا اپنا قومی تشخص ایک دوسرے سے الگ برقرار رکھیں" ع۲۰

متحدہ قومیت کے تحت کانگریس ہندوستان کی آزادی چاہتی تھی لیکن آپ اس کی مخالفت کرتے تھے۔ سید نذیر نیازی ۱۰ مارچ ۱۹۳۸ء کی ملاقات کا ذکر لکھتے ہیں:۔ "آپ کے سامنے جب یہ ذکر ہوا کہ کانگریس پہلے ملک کو آزاد کرانا چاہتی ہے اس لئے مسلمان اپنے طرز زندگی پر اس وقت اصرار نہ کریں اور کانگریس کے ساتھ مل کر جدوجہد کریں تو آپ نے فرمایا "کیوں نہ اس جدوجہد کے لئے جو کل پیش آنے والی ہے ہم آج ہی اپنے آپ کو تیار کریں، کیوں نہ ہم آج ہی سمجھ لیں کہ آزاد ہندوستان میں اسلامی معاشرہ کی تعمیر کن حالات میں ممکن ہوگی۔ ہمارا کوئی سیاسی اجتماعی نصب العین ہے تو کیا یہ لازم نہیں آتا کہ آزادی کی اس جدوجہد میں جو اس وقت درپیش ہے ہم اپنے مقاصد کا تعین اسی نصب العین کے حوالہ سے کریں" ع۲۱

ع۲۰ زندہ رود ص ۱۸۶ ع۲۱ اقبال کے حضور ص ۳۲۵

پیغامات و مکتوبات

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے

باب ۴

پیغامات و مکتوبات

علامہ اقبال کے وہ پیغامات جو آپ نے مختلف مواقع پر دیئے ہیں آپ کی کوششوں کا ایک حصّہ ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو لاہور سے یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو سال نو کے موقع پر اپنے پیغام میں کہا " وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے، جو نسل و زبان و رنگ سے بالاتر ہے۔ جب تک اس نام نہاد جمہوریت اس ناپاک قوم پرستی اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کر دیا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے " الخلق عیال اللہ " کے اصول کا قائل نہ ہو جائے گا، جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کر سکیں گے اور اخوت، حریّت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے " [۲۲]

آپ نے ہمیشہ جرأت و ہمّت اور حق کے لئے لڑنے کا پیغام دیا ہے۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے اکتوبر ۱۹۳۷ء میں علامہ اقبال سے کلکتہ میں کانفرنس کی صدارت کی درخواست کی آپ علالت کے باعث شریک نہ ہو سکے لیکن فیڈریشن کے نام ایک پیغام بھیجا " مخالف قوتوں سے ہرگز نہ ڈرو ان سے جدوجہد جاری رکھو۔ کیونکہ جدوجہد ہی میں زندگی کا راز مضمر ہے " [۲۳]

---

[۲۲] نقوش اقبال ص ۲۸۰ — [۲۳] گفتارِ اقبال ص ۲۱۰

حکیم الامت کے خطوط بھی امت مسلمہ کے اتحاد اور بیداری میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ آپ نے مختلف اوقات میں اپنے دوستوں، مداحوں، اخبارات کے ایڈیٹرز اور رہنماؤں کو جو خطوط تحریر کئے وہ بھی قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپ کا ہر ایک خط کوئی نہ کوئی درس اور پیغام رکھتا ہے۔ آپ نے عالم اسلام کے مسائل اور مشکلات کے متعلق بھی احباب کو خطوط لکھے اور ان مسائل کے حل بھی پیش کئے۔ آپ کے وہ مکتوبات بھی اہمیت رکھتے ہیں جو ابتدائی زمانہ میں لکھے گئے اور وہ بھی جو دورِ آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔

آپ سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں " دنیائے اسلام اس وقت ایک روحانی پیکار میں مصروف ہے اس پیکار و انقلاب کا رُخ متعین کرنے والے قلوب و اذہان پر شک و ناامیدی کی حالت کبھی کبھی پیدا ہو جاتی ہے" ۲۴

برصغیر پاک و ہند میں اقبال مسلمانوں کے لئے جداگانہ انتخاب کے مطالبہ پر قائم رہے اور اپنے موقف میں ذرہ برابر لچک نہ آنے دی۔ آپ نے لکھنؤ کے پرچے " ہمدم " کے ڈائریکٹر کے نام ایک خط میں لکھا " جداگانہ انتخاب مسلمانوں کے تمام مطالبات کی اساس ہے۔ جداگانہ انتخاب کو غیر مشروط طور پر قائم رکھ کر حکومت نے مسلمانوں کو موقع دیا ہے کہ وہ اپنا مستقبل آپ منتخب کرلیں۔ چاہیں تو اکثریت میں جذب ہو جائیں اور چاہیں تو کم از کم بعض حصص ملک میں اپنی جداگانہ ملی ہستی کو برقرار رکھ کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں"۔ ۲۵

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا دل امت مسلمہ کے لئے ہر لمحہ فکر کرتا تھا اور کوئی مسئلہ ہو، کسی مقام پر مسلمان کو تکلیف پہنچے یہ تڑپ اٹھتے تھے۔ سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں " میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔

---

۲۴ اقبالیات ص ۴۹ — ۲۵ اقبال سب کے لئے ص ۱۴۰

یہ بے چینی محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی دوسری راہ نہ اختیار کرے" ع۲۶

علامہ اقبال کو دنیا میں ہونے والی تباہی اور خصوصاً مسلمانوں کی حالت زار کا شدت سے احساس تھا اسی لئے جگہ جگہ تحریروں سے یہ شدت اور فکر ظاہر ہوتی ہے اور برملا اس کا اظہار کرتے ہیں۔ بنگلور کے جناب جمیل کے نام ۲۱ رمئی ۱۹۲۹ء کے خط میں لکھتے ہیں "اگر مخصوص طریقے اپنائے جائیں تو آج بھی اسلام تمام اقوام پر فتح حاصل کر سکتا ہے۔ بہرحال میں وہ سب کچھ کروں گا جو میرے بس میں ہے" ع۲۷

علامہ اقبال نے مسلمانوں کی بہتری اور اتحاد کی تمام تحریکوں کی حمایت کی اور خود بھی جد و جہد کی۔ جمال الدین افغانی کی اتحاد تحریکِ اسلامی (پین اسلامزم) کو اکثر مغربی مفکرین نے غلط رنگ دیا اور اس سے ساری دنیا میں صرف ایک بڑی اسلامی سلطنت مراد لی گئی یا بقول اقبال یہ ہوّا اسی لئے پیدا کیا گیا کہ اسلامی ممالک پر کئے جانے والے ظلم و ستم کو جاری رکھنے کا جواز پیش کیا جا سکے۔ اقبال بھی اتحاد اسلامی کے زبردست حامی تھے لیکن وہ پین اسلامزم کے مغربی تصوّر کو صحیح نہیں مانتے تھے۔ علامہ اقبال کو ملّت اسلامیہ کے اتحاد کا شد و مد سے انتظار تھا اسی لئے ہر مسلم ملک کے مسائل میں گہری دلچسپی لیتے تھے افغانستان ہو یا ایران، ترکی ہو یا عرب ریاستیں یا برصغیر کے مسائل آپ نے کبھی ان سے منہ نہیں موڑا۔ افغانستان کے مسائل کے سلسلہ میں افغانستان کا سفر بھی اختیار کیا۔ ایران سے خاص لگاؤ تھا یہاں تک کہ ڈاکٹری کا تحقیقی مقالہ بھی آپ نے ایران سے متعلق منتخب کیا اور تحقیق کی جس کا عنوان تھا "ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقاء"

---

۲۶ اقبال نامہ حصہ اوّل ص ۱۵۵ ع۲۷

فلسطین پر جب بھی مشکل وقت آیا اقبال تڑپ اُٹھے۔ آپ نے مصر و مراکش، شام اور حبشہ کا بھی ذکر کیا۔ کشمیری مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں بھی گہری دلچسپی لی۔ ان مسائل سے آپ کی دلچسپی آپ کے خطوط سے ظاہر ہے۔ مسئلہ فلسطین سے متعلق محمد علی جناح کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں "مسئلہ فلسطین مسلمانوں کے ذہن کو بہت متاثر کر رہا ہے۔ ذاتی طور پر میں ایک ایسے مقصد کے لئے جیل جانے کے لئے تیار ہوں جو اسلام اور ہندوستان دونوں کو متاثر کرتا ہے" ع۲۸

آپ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی تحریک تحفّظِ دین کے لئے ہونی چاہیئے اور تبلیغ اسلام اس کا مقصد ہونا چاہیئے صرف اقتصادی آزادی یا ترقی حاصل کرنا امتِ مسلمہ کے مقاصد کو حاصل نہیں کرتا۔ میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء کے خط میں تحریر کرتے ہیں "میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں کے رویّہ سے معلوم ہوتا ہے، تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے" ع۲۹

علاّمہ اقبال کے وہ خطوط نہایت اہمیت رکھتے ہیں جو مسلمانوں کے مسائل اور نظریۂ وطنیّت و قومیّت سے تعلق رکھتے ہیں۔

۷ ستمبر ۱۹۲۱ء کو مدیر نقیب جناب وحید احمد کے نام خط میں لکھتے ہیں "اس زمانے میں سب سے بڑا دشمن اسلام اور اسلامیوں کا نسلی امتیاز و ملکی قومیت کا خیال ہے" ع۳۰

ڈاکٹر سید یامین ہاشمی کے نام ۹ مارچ ۱۹۳۴ء کو ایک خط لکھتے ہیں

ع۲۸ اقبال نئی تشکیل ص ۶۹ ع۲۹ اقبال نامہ حصہ اوّل ص ۲۰۹

ع۳۰ انوار اقبال ص ۱۷۶

اور مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلاتے ہیں " اس وقت مسلمان کا فرض ہے کہ جو قوت خدا تعالیٰ نے اسے عطا کی ہے اسے اسلام کی خدمت اور اقوام و ملل اسلامیہ کے احیاء و بیداری میں صرف کرے"۔ ع۳۱

علامہ کے وہ خطوط جو قائداعظم محمد علی جناح کے نام لکھے گئے نہایت اہمیت کے حامل ہیں یہ سلسلہ مختصر عرصہ جاری رہا لیکن تحریک آزادی اور اتحاد مسلمین کے لئے یہ خطوط بڑی اہمیت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں ۔ ان خطوط سے علامہ اقبال کی کوششیں ، سیاسی نظریات اور مختلف جماعتوں کے متعلق آپ کے خیالات واضح ہوتے ہیں ۔ ان میں سے بہت کم خطوط محفوظ رہ سکے ۔ قائداعظم محمد علی جناح کے پاس جو خطوط محفوظ تھے وہ قائداعظم کے پیش لفظ کے ساتھ شائع ہوئے ۔ قائداعظم نے بھی ان خطوط کی اہمیت کو تسلیم کیا اور کہا کہ ان خطوط کے ساتھ تاریخی اہمیت وابستہ ہو گئی ہے ۔ پیش لفظ میں آپ لکھتے ہیں " خصوصاً وہ خطوط زیادہ اہم ہیں جو مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کی نسبت علامہ مرحوم کے خیالات کی کامل وضاحت کے ساتھ ترجمانی کرتے ہیں ۔ میرے اور مرحوم کے خیالات میں کاملاً ہم آہنگی پائی جاتی ہے"۔ ع۳۲

ان خطوط کے اہم اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں ۔ یہ خطوط جناب عبدالرحمٰن سعید نے ترجمہ کئے ہیں ۔

۲۳ مئی ۱۹۳۶ء " یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ آپ کا کام آگے بڑھ رہا ہے مجھے یقین کامل ہے کہ پنجاب کی جماعتیں خصوصاً احرار اور اتحاد ملت تھوڑے سے شور و شغف کے بعد بالآخر آپ کے ساتھ ہو جائیں گی "

۲۰ مارچ ۱۹۳۷ء " ہمیں یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ ایشیا میں اخلاقی اور سیاسی قوت کی صورت میں اسلام کا مستقبل زیادہ تر ہندوستانی مسلمانوں کی مکمل تنظیم پر منحصر ہے ۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ آل انڈیا نیشنل کنونشن

ع۳۱ انوار اقبال ص ۱۹۲ ع۳۲ اقبال کے خطوط جناح کے نام ص ۴۰

کو ایک موثر جواب دینا چاہیئے۔ آپ کو چاہیئے کہ دہلی میں آل انڈیا مسلم کنونشن کا ایک اجلاس فوراً منعقد کریں اور اس میں جدید صوبہ واری مجالس مقننہ کے ارکان اور دوسرے ممتاز مسلم قائدین کو دعوت دیں۔ اس کنونشن میں ممکنہ قوت کے ساتھ ایک ممتاز سیاسی وحدت کی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی نصب العین کو دوبارہ بیان کیا جائے۔ ہندوستان کی اندرونی اور بیرونی دنیا پر یہ امر واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ معاشی مسئلہ ہی ملک کا تنہا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ہندوستان کے اکثر و بیشتر مسلمانوں کے لئے ثقافتی مسئلہ اہم نتائج کا حامل ہے ... نیز ہندوؤں پر یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہو جائے گی کہ کوئی سیاسی تدبیر خواہ وہ کتنی ہی مستحکم کیوں نہ ہو، ہندوستانی مسلمانوں کو اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ وہ اپنی ثقافتی وحدت کو نظر انداز کریں۔"

۲۸ رمئی ۱۹۳۷ء کو قائداعظم کے نام خط لکھا جس میں مسلمانوں کے مسائل پر بحث کی ہے۔ ہندوستان میں فرقہ وارانہ فسادات کی مذمت اور ان کی روک تھام کے لئے اقدامات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ دستور ۱۹۳۵ء پر سخت نکتہ چینی کی ہے اور مسلمانوں کے معاشی تحفظ اور آزاد مسلم مملکت کے قیام کے بارے میں بھی آگے بڑھنے کی درخواست کی ہے اور آخر میں کہا ہے "مسلم ہندوستان کی توقع ہے کہ ایسے نازک موقع پر آپ کی دانشمندی موجود مشکلات سے نجات کی کوئی راہ پیدا کرے گی۔"

۲۱ رجون ۱۹۳۷ء کے خط میں تحریر کرتے ہیں "ہندوستان میں قیام امن کی واحد راہ یہی ہے کہ نسلی، مذہبی اور لسانی مماثلت کے لحاظ سے اس کی دوبارہ تقسیم عمل میں آئے۔"

غرض علامہ اقبال کا ایک ایک مکتوب امت مسلمہ اور اس کے رہنماؤں کے لئے رہنمائی کا کام آسان کرتا ہے اور مسلمانوں کے اتحاد کے آثار فراہم کرتا ہے۔

خطبات و عملی کاوشیں

پرونا ایک تسبیح میں ان بکھرے دانوں کو

باب ۵

خطبات و عملی کاوشیں

حکیم الامت، مفکرِ پاکستان، شاعرِ مشرق بڑے نبض شناس بھی تھے اور صحیح تشخیص کے بعد تیر بہدف نسخہ بھی آپ کے پاس ہوتا تھا چنانچہ آپ نے یہ یقین کر لیا تھا کہ

جہان تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمو
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

اور پھر آپ نے حکیمانہ و منطقی انداز میں ملّت کے اتحاد و تنظیم اور حریت کے لئے کاوشیں شروع کیں۔ ابتدا میں آپ نے نظم و نغمہ سے دلوں کو گداز کیا، روحوں کو تڑپایا، راہ کی دشواریوں پر قابو پانا سکھایا اور یوں راہیں ہموار ہوتی گئیں، آپ کی شعلہ نوائی سے ایشیا کا ذرہ ذرہ بیدار ہوا۔ افکارِ تازہ نے انحلالِ مسلمین کی راہ تلاش کی، آپ کا نورِ بصیرت عام ہوا تو کارواں کے دل میں احساسِ زیاں پیدا ہوا اور مولانا حالی نے جو فریاد کی تھی

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
امّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

علاّمہ اقبال نے اس مشکل وقت سے نکلنے کے لئے دعا کی

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

اور داتا نے اس طرح اس دعا کو شرفِ قبولیت بخشا، اس آواز میں ایسی تاثیر پیدا کی کہ ملّت اسلامیہ کی بیداری اور اتحاد کا سہرا اس آواز کے سر رہا اور امّت مسلمہ کے اتحاد کا یوں مظاہرہ ہوا کہ مغرب حیران و پریشان نظارہ کرتا رہ گیا۔

کارواں کے دل میں آپ احساسِ زیاں پیدا کرنے میں کامیاب رہے۔ آپ کی یہ کامیابی آپ کی عظیم شخصیت کی نشاندہی کرتی ہے۔ آپ نے ایسی جہدِ مسلسل کا مسلم قوم کو درس دیا جو دین و دنیا کو حاصل کرنے میں مدد دے۔ آپ احکامِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اور ارشادِ نبوّت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس کائنات کی تسخیر کا درس دیتے تھے۔ آپ نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو عموماً اور برصغیر کے مسلمانوں کو خصوصاً مختلف جہتوں سے متاثر کیا۔ آپ کے نزدیک راہِ راست وہی ہے جو اساس دین کے تابع ہو۔ آپ خصوصاً نوجوانوں کو آگے بڑھنے اور تدبّر و فکر کی دعوت دیتے ہیں ان میں جوش و ولولہ دیکھنا چاہتے ہیں

اے جوئے آب بڑھ کے ہو جا دریائے تند و تیز
ساحل تجھے عطا ہو تو ساحل نہ کر قبول

آپ نے مسلمانوں کو ان کی عظمتِ پارینہ یاد دلائی ہے اور زوال کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے اور قلندری کا درجہ بتایا ہے

اگر جواں ہوں میری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

آپ نے مسلمانوں کو ان کے زوال کے اسباب بتا کر بیدار کرنے کی کوشش کی اور گردشِ ایام کو سنہرے دنوں کی جانب لوٹانا چاہا۔ ان دنوں کی جانب

جب مسلمان کی بیداری ، بلند ہمتی ، حوصلہ و امنگ کائنات کی تسخیر کا باعث تھی - آپ جانتے تھے کہ

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں

علامہ اقبال نے جب مسلمانوں کو بیدار کرنے ، آزادی کی راہ پر گامزن کرنے اور غلامی سے نجات کے لئے تیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تو ہر جہت سے اس کی کوشش کی اس میں آپ کے خطبات کو بھی نہایت اہم مقام حاصل ہے -

۱۹۱۰ء میں علی گڑھ میں ایک خطبہ دیا جس کا موضوع تھا " ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر " علامہ اقبال نے اس میں واضح کیا کہ اسلام کا نظریہ قومیت کیا ہے

" اولاً مسلمانوں اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے - ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراکِ زبان ہے نہ اشتراکِ وطن ، نہ اشتراک اغراض اقتصادی - بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اس لئے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے - اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری ظاہر کرتا ہے اور اس کی قومیت کا دارومدار ایک خاص تہذیبی تصور پر ہے " ۳۳ء

علامہ اقبال کے خطبات مدراس میں بھی (جو بعد میں تشکیل جدید الٰہیات کی صورت میں یکجا کر کے شائع کئے گئے) مسلمانوں کے اتحاد اور ایک علیحدہ مملکت کے لئے جدوجہد نظر آتی ہے - آپ نے ان خطبات کے ذریعہ مسلمانوں کو ان کے سیاسی حقوق سے آگاہ کیا تاکہ ان کے لئے دنیا کے نقشہ پر ایک نئی مملکت ابھر سکے جہاں حاکمیت الٰہی قائم کی جائے - آپ نے اس سلسلہ کے خطبات میں سے چھٹے خطبے میں ارشاد فرمایا " میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم پر یہ حقیقت

۳۳ء مقالاتِ اقبال مرتبہ سید عبد الواحد ص ۱۵۹

آہستہ آہستہ منکشف کر رہا ہے کہ اسلام نہ وطنیت ہے نہ سامراج بلکہ وہ ایک جمعیت اقوام ہے جو مصنوعی سرحدات اور نسلی امتیازات کو محض حوالے کی آسانی کے لئے تسلیم کرتی ہے نہ کہ اپنے ارکان کا معیاری دائرہ نظر محدود کرنے کے لئے " ۳۴ء

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ علامہ اقبال کے خطبات دراصل تعلیماتِ قرآن کا عکس ہیں ۔ آپ کے فکر و نظر کا سرچشمہ قرآن پاک ہے ۔ آپ نے " الاجتہاد فی الاسلام " میں فرمایا " اسلام کی ہیئت لاجغرانی ہے اور اس کا مقصد ہے ایک ایسا نمونہ پیش کرنا جو اتحاد انسانی کی اس شکل کے لئے جو بالآخر ظہور میں آئے گی مختلف بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ باہمد گر حریف نسلوں کو اوّل دولت ایمانی سے مالا مال کرے اور پھر اس متفرق اور منتشر مجموعہ کو ایک ایسی امت کی شکل دے جس کا اپنا ایک شعور ذات ہو " ۳۵ء

۱۹۲۳ء کا دور آیا تو ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال نے عملی سیاست میں قدم رکھا گو عملی سیاست کے میدان میں محدود وقت گزارا لیکن مسلمانوں کی سیاسی زندگی کے افق پر نشاۃ ثانیہ کے نقیب بن کر ابھرے ، اس میدان کے طول و عرض پر چھا گئے ، بلندیوں کو چھو لیا اور یقین محکم کے ساتھ عمل پیہم کا عملی درس دیا اور فضاؤں کو یقین ہو گیا

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا گیا دور گراں خوابی

ابتدائی دور میں آپ بھی ہندو مسلم اتحاد کا خواب دیکھنے میں شریک تھے لیکن بہت جلد آپ کو احساس ہو گیا تھا کہ اس قسم کا اتحاد ناممکنات میں سے ہے ۔ اس کا اظہار آپ نے خود بار بار کیا ہے ۔ پٹنہ کے جج جناب سعید الدین جعفری کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں " اس وقت ملکی اور نسلی قومیت کی لہر

۳۴ء اقبالیات ص ۱۹۱ ۳۵ء تشکیل جدید الٰہیات ص ۲۵۸

یورپ سے ایشیا میں آ رہی ہے اور میرے نزدیک انسان کے لئے یہ ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ اس واسطے بنی نوع انسان کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس وقت اسلام کے اصلی حقائق اور اس کے حقیقی پیش نہاد پر زور دینا نہایت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں خالص اسلامی نقطۂ خیال کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہوں۔ ابتدا میں میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا لیکن تجربے اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت مرے نزدیک محض ایک عارضی نظام ہے"۔ [۳۶]

آپ کے خیالات و نظریات میں جب یہ خوش آئند تبدیلی رونما ہوئی تو آپ نے ہر اُس معاہدہ کی مخالفت کی اور ہر اس جماعت کا ساتھ نہیں دیا جو امّت مُسلمہ کے لئے نہیں بلکہ متحدہ قومیّت کے لئے کام کرتی تھی۔ اسی لئے آپ نے پنجاب کی یونینسٹ پارٹی کی کارکردگی کو پسند کرتے ہوئے بھی اس کی پالیسی کی حمایت اس لئے نہیں کی کہ یہ اتحاد اسلامی کا مظہر نہیں تھی۔

مفکّرِ پاکستان نے عملی سیاست میں قدم رکھا تو آپ خود بحیثیت امیدوار انتخابات میں شرکت کرنا پسند نہیں کرتے تھے لیکن احباب کے اصرار پر آپ مجلس قانون ساز پنجاب کے امیدوار کی حیثیت سے انتخابات میں شرکت کے لئے آمادہ ہو گئے لیکن لاہور کے اسی حلقہ سے علاّمہ اقبال کے ایک دیرینہ دوست میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لا بھی امیدوار تھے اس لئے آپ نے ان کے مقابلہ میں کھڑا ہونا مناسب نہ سمجھا لیکن پھر اپریل ۱۹۲۶ء میں آپ سے دوبارہ اصرار کیا گیا اور آخر کار آپ بھاری اکثریت سے مجلس قانون ساز پنجاب کے رکن منتخب ہو گئے۔ یہ رکنیت ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۹ء کے لئے تھی اس طرح آپ نے عملی سیاست میں قدم رکھا اور آپ کو مسلمانوں کی حرّیت و اتحاد

---

[۳۶] روزنامہ جنگ اقبال ایڈیشن ۱۹۶۷ء

کے لئے عملی کام کرنے کا موقع ملا۔ اس دوران آپ نے نہایت محنت، لگن اور خلوص سے یہ خدمت انجام دی اور ایسے کاموں اور مسائل میں زیادہ دلچسپی لی جن کا تعلق مسلمانوں کے حقوق و مفادات سے تھا۔

آپ نے پنجاب میں لگان کے مسئلہ پر خصوصی توجہ دی اور مزارعین کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے علاوہ کوشش کر کے ۱۹۲۷ء میں ایک قانون نافذ کرایا تاکہ بزرگانِ دین اور مذہبی پیشواؤں پر شرانگیز حملے نہ کئے جائیں۔ علاوہ ازیں دیہاتوں میں تعلیم اور صفائی کے مسائل پر توجہ دی اور کئی ایسی تحریکیں پیش کیں جن کے ذریعہ عوام کی بھلائی ممکن ہو سکے۔

۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء کو دہلی میں مسلم رہنماؤں کا ایک اجلاس قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں جو تجاویز پیش کی گئیں وہ "تجاویز دہلی" کے نام سے مشہور رہیں۔ ان تجاویز میں مسلمانوں نے جداگانہ طریق انتخاب سے دستبرداری کے لئے چند شرائط پیش کر دیں لیکن مسلمانوں کا ایک طبقہ ان تجاویز کو تسلیم نہیں کرتا تھا ان میں سر محمد شفیع اور علامہ اقبال بھی شامل تھے چنانچہ یکم مئی ۱۹۲۷ء کو پنجاب صوبائی مسلم لیگ کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد ہوا جس میں حکیم الامت نے یہ قرارداد پیش کی۔

۱۔ جداگانہ طریقِ انتخاب برقرار رکھا جائے۔

۲۔ جداگانہ طریق انتخاب سے ہی باشندوں کے جائز حقوق اور مفادات کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ تک مسلمان جداگانہ طریق انتخاب کے دستوری تجزیہ پر مصر رہیں گے۔

محمد رفیق افضل صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال نے اس قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے کہا "مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ میں سب سے پہلا ہندوستانی ہوں جس نے ہندو مسلم اتحاد کی اہمیت و ضرورت کا احساس کیا۔

لیکن حالات حلقہ ہائے انتخاب کے اشتراک کے لئے موزوں نہیں ہیں اور ہمارے صدر (سر محمد شفیع) نے ہندو رہنماؤں کی تقریروں کے جو اقتباسات اپنے خطبۂ صدارت میں دیئے ہیں ان سے ہندوؤں کی افسوسناک ذہنیت آشکار ہوتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آخر میں مسلمانوں سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ ایک طرف ہندوؤں کی کوششیں ان کے خلاف ہو رہی ہیں دوسری طرف حکومت کے موجودہ نظام کی سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف جا رہی ہیں۔ ان مصیبتوں میں بچاؤ کی صورت محض یہ ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اور مردانہ وار ہر مصیبت کا مقابلہ کریں" ع[۳۷]

علامہ اقبال نے اس تقریر کے بعد اپنی عملی خدمات بھی پیش کر دیں تاکہ مسلمانوں کی بھلائی، اتحاد اور تنظیم کے لئے عملی حصہ لے سکیں۔ آپ جانتے تھے کہ اس قوم کے لہو کو گرمانا ضروری ہے کیونکہ

گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہان چار سو و رنگ و بو
ضرب پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بت سنگین دل و آئینہ رد

مسلمانوں کی محکومیت کی زندگی تھی۔ آپس میں اختلافات بھی تھے اور ان حالات میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی یعنی جناح لیگ اور شفیع لیگ۔

۸ نومبر ۱۹۲۷ء کو حکومت برطانیہ کی جانب سے سائمن کمیشن کا اعلان کیا گیا جس کا مقصد ہندوستان میں دستوری اصلاحات نافذ کرنے کا طریقۂ کار معلوم کرنا تھا۔ کمیشن میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا تھا اس لئے اس کے بائیکاٹ کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ اس موقع پر بعض مسلمان رہنماؤں

ع[۳۷] گفتارِ اقبال ص ۲۷ ۔ ۲۸

نے کمیشن کا بائیکاٹ کرنے میں مسلمانوں کا نقصان محسوس کیا چنانچہ سر محمد شفیع کے ساتھیوں نے شفیع لیگ میں شمولیت پسند کی اور علامہ اقبال اس کے معتمد مقرر کئے گئے۔ آپ کا خیال تھا کہ ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ تعاون نہیں کرتی اس لئے مسلمانوں کو اپنے مطالبات منوانے کے لئے کمیشن سے تعاون کرنا چاہیئے چنانچہ سر محمد شفیع اور علامہ اقبال کی قیادت میں ایک وفد ۵ نومبر ۱۹۲۸ء کو کمیشن سے ملاقات کے لئے گیا اور پھر کمیشن نے جداگانہ طریق انتخاب برقرار رکھنے کی سفارش کردی۔ سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے باعث وزیر ہند نے ہندوستانیوں سے متحدہ دستوری اسکیم پیش کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے سربراہ پنڈت جواہر لال نہرو تھے۔ اس کمیٹی نے رپورٹ تیار کی جو "نہرو رپورٹ" کہلائی۔ اس رپورٹ میں مسلمانوں کے مطالبات یکسر نظر انداز کر دیئے گئے تھے اور اب اکثر مسلمان رہنماؤں کو احساس ہو گیا کہ ہندو اور مسلمانوں کے راستے جدا جدا ہیں اور متحدہ جدوجہد لاحاصل ہو گی جبکہ مفکرِ پاکستان علامہ اقبال یہ سب کچھ بہت عرصہ پہلے محسوس کر رہے تھے اور امتِ مسلمہ کے جوہر قیادت کو آپ کی دوربین نگاہیں تلاش کر چکی تھیں ؏

یہ نکتہ سرگزشتِ ملّتِ بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسبان تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، ... جاعت کا
لیا جائے گا ... سے کام دنیا کی امامت کا

مسلمانوں ... ختلافات دور کرنے اور انہیں متحد کرنے کے لئے سر آغا خان کی ... صدارت دسمبر ۱۹۲۸ء میں دہلی میں آل پارٹیز مسلم کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کے مطالبات ایک بہتر اور معین شکل میں سب کے سامنے رکھے گئے اور مسلمانوں کے تمام سیاسی مطالبات ایک قرارداد

کی صورت میں پیش کئے گئے (آگے چل کر قائد اعظم نے اپنے چودہ نکات کی بنیاد اسی قرارداد پر رکھی) علامہ اقبال نے اس کانفرنس سے خطاب کیا اور قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے فرمایا "حضرات آج میں نہایت صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں بحیثیت مسلمان ہونے کے زندہ رہنا ہے تو ان کو جلد از جلد اپنی اصلاح و ترقی کے لئے سعی و کوشش کرنی چاہیئے اور جلد از جلد ایک علیحدہ پولیٹیکل پروگرام بنانا چاہیئے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں بعض حصے ایسے ہیں جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور بعض حصے ایسے ہیں جن میں وہ قلیل تعداد میں ہیں ان حالات میں ہم کو علیحدہ طور پر ایک پولیٹیکل پروگرام بنانے کی ضرورت ہے" ع۳۸

گویا علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اتحاد کی کھلم کھلا ہدایت کر دی تاکہ وہ ایک علیحدہ ریاست حاصل کر سکیں اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو امتِ مسلمہ نے نہایت عزت و تکریم کا مقام دیا۔ آپ کو اپنی زندگی ہی میں امت کی پسندیدگی کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ ۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو اراکین انجمن خواتین اسلام، مدراس کی جانب سے آپ کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ اس میں کہا گیا "آپ کی زبردست ہستی عالمِ اسلام کے لئے مایہ ناز ہے ۔۔۔ آپ کا قومی ترانہ ہماری ہر جد و جہد کا بانگ درا ہے، آپ نے جزیرہ سسلی کی اسلامی تہذیب اور یاد رفتگان پر خون کے آنسو بہائے ہیں۔ آپ ہی کی نظموں نے سارے ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگا دی ہے اور عالمِ اسلام کے مفلوج دلوں میں بجلی کی لہریں از سرِ نو دوڑا دی ہیں ۔۔۔ مسلمانوں کی کون سی سیاسی، علمی اور قومی تحریک ایسی ہے کہ آپ کی نظمیں اور شعر و سخن ہم کو متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں" ع۳۹

علامہ اقبال مسلمانوں کے اتحاد اور آزادی کے لئے ہر ممکن طریقہ اپنا رہے تھے۔ چنانچہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۰ء کو علامہ اقبال نے لاہور کے مسلم رہنماؤں کا ایک اجلاس

ع۳۸ گفتارِ اقبال ص ۷۳ ع۳۹ انوارِ اقبال ص ۲۳۳

بلایا اور شمالی ہند (سندھ، پنجاب، صوبہ سرحد اور بلوچستان) کے مسلمان نمائندوں کی کانفرنس کے انعقاد پر زور دیا۔ اس کانفرنس کے انعقاد کے لئے اشتہارات بھی دیئے گئے"۔ روزنامہ انقلاب کے صفحہ اوّل پر ہر روز اس کانفرنس کے حق میں لکھا ہوتا تھا پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان اسلامی ملک ہیں ان میں اسلام کا علم بلند کرو" ع[۴۰]

علامہ اقبال اس کانفرنس کے انعقاد کی بار بار کوشش کرتے رہے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۳۱ء کو لکھتے ہیں " ایہ انڈیا کانفرنس کا جلسہ بھی انشا اللہ ہوگا" ع[۴۱]

لیکن یہ کانفرنس کبھی منعقد نہ ہو سکی۔ ایک وجہ یہ تھی کہ جب یہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں ہونا تھی تو الہ آباد میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ہوا اور اس کے بعد بھی کوئی موقع نہ مل سکا۔

حکیم الامّت علامہ اقبال نے امت مسلمہ کی وہ خدمات انجام دیں اور اتحاد اسلامی کے لئے ایسی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا کہ ۱۹۳۰ء تک آسمانِ شہرت کی بلندیوں تک پہنچ گئے اور خاص و عام نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا۔ آپ نے مسلمانوں کی آزادی اور اتحاد کے لئے ٹھوس کارنامے انجام دیئے اور بے باکی، جرأت و شعلہ نوائی کی بنا پر مسلمانوں کے دلوں میں جا پائی۔ چنانچہ آل انڈیا مسلم لیگ کا اکیسواں سالانہ تاریخی اجلاس دسمبر ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں منعقد ہونے لگا تو اس کی صدارت کے لئے آپ کا نام تجویز کیا گیا۔

یہ اجلاس تحریکِ پاکستان اور اتحاد اسلامی کے لئے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک اسلامی مملکت کے قیام کے لئے اس اجلاس میں پہلی اینٹ رکھی گئی۔ یہ بنیاد ڈالنے میں یقیناً علامہ اقبال کا بڑا حصّہ تھا۔ آپ کا صدارتی خطبہ پاکستان کی بنیاد ثابت ہوا۔ اس وقت ایسا مصوّر کرسئ صدارت

ع[۴۰] اقبالیات ص ۱۶۱ ع[۴۱] مکتوبات اقبال سیّد نذیر نیازی ص ۴۴ ۵

پہ جلوہ افروز تھا جس کے فن پارے ثبات دوام حاصل کرنے والے تھے، جس کا پیش کردہ تصور حقیقت بن کر ابھرنا تھا اور کیوں نہ ہوتا کہ اسے ایک مردِ خدا نے پیش کیا تھا جس کا ہر ایک عمل عشق سے صاحب فروغ تھا اور خون جگر سے یہ نقش ابھرا تھا وہ جانتا تھا۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اس مردِ خدا نے، مفکّرِ اسلام نے، مصوّرِ پاکستان نے مستقبل کی ایک اسلامی مملکت کا تصوّر پیش کر کے دنیا کو انگشت بدنداں کر دیا۔ دنیا کو کیا معلوم تھا کہ اس مرد مومن کی نگاہیں کون سے راز کی راز داں ہیں، کون سے انقلاب کا نظارہ کر رہی ہیں۔ آپ کی نوائے پریشاں کو شاعری سمجھا گیا اور آپ محرم راز دروں مے خانہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں

عالم نو ہے ابھی پردہ تقدیر میں
میری نگاہوں میں ہے اس کی سحر بے حجاب
پردہ اٹھادوں اگر چہرۂ افکار سے
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

اور ایسا ہی ہوا کوئی باطل قوت ان نواؤں کی تاب نہ لا سکی۔

آپ نے مسلم لیگ کے اس عظیم جلسہ میں صدارتی خطبہ کا آغاز کیا تو ابتدا میں اسلام کا بحیثیت ایک ہیئت سیاسیہ کے جائزہ پیش کیا، مغرب میں زور پکڑنے والی روسو اور لوتھر کی تحریکوں کا تجزیہ کیا انہیں علاقائی قومیت کی مضبوط بنیاد بتایا اور ان کے مضر اثرات سے آگاہ کیا۔ اسلام کو مسلمانانِ ہند کی حیاتِ نو کا سبب بتایا۔ اس خطبۂ صدارت سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں :

"یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ بحیثیت ایک اخلاقی نصب العین اور نظام سیاست کے اسلام ہی وہ سب سے بڑا جزو ترکیبی تھا جس سے مسلمانانِ ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی ہے، اسلام ہی کی بدولت ان کے سینے ان جذبات اور عواطف سے معمور ہوئے جن پر جماعتوں کی زندگی کا دارو مدار ہے۔ جن سے متفرق اور منتشر اجزا بتدریج متحد ہو کر ایک متمیز و معین قوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں"۔ ... آپ نے فرمایا "مسلمانوں کے اندر اتحاد اور ان کی نمایاں یکسانیت ان قوانین اور روایات کی شرمندۂ احسان ہے جو تہذیب اسلامی سے وابستہ ہیں"۔ آپ نے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے فرقہ وارانہ اتحاد کی کاوشوں کا ذکر کیا۔ مصورِ پاکستان نے اس موقع پر مسلمانوں کی سیاسی زندگی، ان کے سیاسی مطالبات اور وطنیّت سے متعلق سب کچھ صاف صاف اور سیدھے سادے الفاظ میں بیان کر دیا۔ مفکرِ اسلام نے کہا "دنیائے اسلام میں کسی لوتھر کا ظہور ممکن نہیں ... دنیائے اسلام کے پیش نظر ایک ایسا عالمگیر نظام سیاست ہے جس کی اساس وحی پر ہے"۔

اس موقع پر علامہ اقبال نے فرمایا "اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہنِ انسانی کو نسل و وطن کی قید سے آزاد کر سکتی ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ مذہب کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام کی تقدیر خود اس کے ہاتھ میں ہے

اسے کسی دوسری تقدیر کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔" پھر آپ نے فرمایا "آپ یہ خیال نہ فرمایئے گا کہ جس مسئلہ کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ محض نظری حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک زندہ اور عملی سوال ہے جس سے بطور ایک دستورِ حیات اور نظامِ عمل کے ساری کائنات متاثر ہو سکتی ہے۔ صرف یہی ایک مسئلہ ہے جس کے صحیح حل پر اس امر کا دارومدار ہے کہ ہم لوگ آگے چل کر ہندوستان میں ایک ممتاز اور نمایاں تہذیب کے حامل بن سکیں"۔

علامہ اقبال نے واضح کر دیا کہ مذہب ہمارے ہاں نجی معاملہ نہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ یہاں اسلام کا وہی حشر ہو جو مغرب میں مسیحیت کا ہوا۔ یہاں مسلمان کسی صورت میں مذہب اور سیاست اور عام زندگی کو جدا کر کے نہیں رہ سکتے اور نہ ہی اسے فرقہ واریت کہا جا سکتا ہے۔

"یہ اصول کہ ہر فرد اور جماعت اس امر کی مجاز ہے کہ وہ اپنے عقائد کے مطابق آزادانہ ترقی کرے کسی تنگ نظر فرقہ داری پر مبنی نہیں"۔

آپ نے کہا کہ مغربی ممالک کی طرح ہندوستان کی یہ حالت نہیں کہ اس میں ایک ہی قوم آباد ہو، ہندوستان مختلف اقوام کا وطن ہے جن کی نسل، زبان، مذہب سب ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہ امر کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کئے بغیر ہندوستان میں مغربی طرز کی جمہوریت کا نفاذ کیا جائے۔

لہذا مسلمانوں کا مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے۔ اور پھر آپ واضح طور پر مطالبہ پیش کرتے ہیں۔

"ذاتی طور پر میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے خواہ یہ ریاست سلطنت برطانیہ کے اندر حکومت خود اختیاری حاصل کرے خواہ اس کے باہر۔ مجھے تو ایسا نظر آتا ہے کہ شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو آخر ایک منظم اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی... اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقہ میں اپنی مرکزیت قائم کر سکے... میں صرف اسلام اور ہندوستان کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کا مطالبہ کر رہا ہوں۔ اس سے ہندوستان کے اندر توازن قوت اور اس کی بدولت امن و امان قائم ہو جائے گا" ع۴۲

بعض حلقوں نے اس مطالبہ کو اس وقت جذباتی اور ایک سیاسی غزل سے تعبیر کیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ علامہ محمد اقبال نے الہ آباد سے واپس آکر شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کے اکثریتی علاقوں کے سامنے ایک مشترکہ سیاسی جماعت کا تصور رکھ دیا تاکہ مسلمان اپنا وجود ایک زندہ قوم کی حیثیت سے منوا سکیں۔ آپ نے جنوبی ایشیا کی سیاسی بیداری اور مسلمانوں کے اتحاد کا سنہرا باب تحریر کیا ہے۔ آزادی کی جو چنگاری سُلگ رہی تھی اسے آپ نے شعلہ بنایا اور ایسا

ع۴۲ اقبال اور سیاست ملی ص ۲۱۲ تا ۲۲۱

شعلہ جس کی روشنی اور گرمی ساری اُمت مسلمہ نے محسوس کی اور غلامی کی زنجیریں اس سے پگھل کر رہ گئیں۔ مسلم قوم کا احیاء جو آپ چاہتے تھے ساری دنیا نے دیکھا امتِ مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ ممکن ہو گئی اور مختصر عرصہ میں علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر مل گئی یہ جہان تازہ آپ کے افکار تازہ کا پھل ہے، یہ آپ کے لمحہ لمحہ کے سوز و گداز، نفس نفس سے عمر جاوداں پیدا کرنے کی فکر کا نتیجہ ہے۔

جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

آپ نے مسلمانوں کے اتحاد اور بیداری کے لئے، اسلام کے احیاء کے لئے پیہم جدوجہد کی اور اس قوم کو منزل تک پہنچنے کے لئے ایک صاف روشن راہ دکھائی۔

ہندوستان کی آزادی اور یہاں کے مسائل کے حل کے سلسلہ میں محمد علی جناح کی تجویز پر لندن میں گول میز کانفرنس بلانے کا اہتمام کیا گیا۔ اس میں ہندوستان کی تمام سیاسی پارٹیوں کی شرکت تجویز کی گئی۔ اس سلسلہ میں پہلی گول میز کانفرنس ۱۲ر نومبر ۱۹۳۰ء سے ۱۹ر جنوری ۱۹۳۱ء تک منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کے مطالبات پیش کئے گئے اور قائداعظم مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اس میں قائداعظم کے چودہ نکات کی بنیاد پر حکومت خوداختیاری اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کا سوال اٹھایا گیا لیکن ہندوؤں نے اس کی مخالفت کی آخر ۱۹ر جنوری ۱۹۳۱ء کو یہ کانفرنس ناکامی پر اختتام پذیر ہوئی۔ علامہ اقبال نے پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ یہ کانفرنس کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ نے اس کانفرنس میں شرکت نہیں کی لیکن

کانفرنس میں شریک مسلم نمائندوں کو تار بھیجے کہ مسلمانوں کا مطالبہ نہ مانا جائے تو کانفرنس چھوڑ کر واپس آجائیں۔ آپ کی دُور رس نگاہیں چہرۂ افکار سے پردہ اٹھاتی تھیں، آپ کی نظر شرق و غرب پر محیط تھی اور بقول آپ کے

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز

دوسری گول میز کانفرنس ۷ ستمبر ۱۹۳۱ء سے یکم دسمبر ۱۹۳۱ء تک جاری رہی۔ علامہ اقبال نے کانفرنس میں شرکت فرمائی۔ آپ کا مقصد وہی تھا کہ مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت تسلیم کرائی جائے اور اسلامی ریاست کے قیام کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ ہندوستان ٹائمز کے نمائندے نے آپ سے اس کانفرنس میں شرکت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

"میرے پاس اور کچھ نہیں ہے لیکن قرآن ہے میں اسی کو پیش کروں گا" ع۴۳

اس کانفرنس میں دو کمیٹیاں بنائی گئیں ان میں ایک کمیٹی اقلیتوں کے مسائل سے متعلق تھی۔ علامہ اقبال کو اس کمیٹی کا رکن بنایا گیا۔ آپ نے اس کانفرنس کی کامیابی اور نمائندوں سے مفاہمت کی بھرپور کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہوسکی پھر آخرکار وزیر اعظم کو از خود فیصلہ دینا تھا۔ جب یہ فیصلہ دیا گیا تو علامہ اقبال نے اس کے جواب میں کہا

"میں دیانت داری سے یہ سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے علاوہ کسی اور فرقہ کو اس فیصلہ کے خلاف کوئی حقیقی شکایت نہیں ہے۔ میں یہ سمجھنے سے خود قاصر ہوں کہ برطانیہ نے ایسی ناانصافی کو کس طرح گوارہ کیا" ع۴۴

ع۴۳ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے سیاسی نظریات ص ۱۶۰

ع۴۴ اقبال پیامبرِ انقلاب ص ۱۲۷

آپ نے جہاں بھی ناانصافی محسوس کی برملا اس کا اظہار کیا اور حق بات کہنے میں ہرگز تاخیر نہ کی۔ آپ نے جہد مسلسل سے مسلمانوں کے دلوں میں آگے بڑھنے کی، آزادی کی تڑپ پیدا کی اور انہیں بتا دیا

مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
مومن کا مقام ہر کہیں ہے

دوسری گول میز کانفرنس کے بعد واپسی میں آپ روم، قاہرہ ہوتے ہوئے مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس (بیت المقدس) میں شریک ہوئے اور فلسطین میں قیام کے دوران معرکتہ الآرا " ذوق و شوق " تخلیق کی جس کا ایک ایک شعر، ایک ایک لفظ نظر و خبر کی دلیل ہے، سچے اور حقیقی عشق کی تصویر ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب!
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب!
عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب!
شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود!
فقر جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب!
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب!
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو! عشق حضور و اضطراب!

مارچ ۱۹۳۲ء میں ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال آل پارٹیز مسلم کانفرنس کے صدر منتخب ہو گئے۔ اس کا اجلاس ۱۹۳۲ء میں لاہور میں ہوا جس میں علامہ اقبال نے ہندوستان کی تحریک آزادی پر زور دیا اور دوسری گول میز کانفرنس کی بعض تفصیلات بیان فرمائیں۔ آپ نے حکومت کے فرقہ وارانہ فیصلہ

کے اعلان میں غفلت برتنے پر سخت تنقید کی پھر حکومت کے سامنے وہ مطالبات پیش کر دیئے جو مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کے لئے اہمیت رکھتے تھے۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں فرمایا

"اگرچہ حُبِ وطن ایک فطری امر ہے اور اسی لئے انسان کی اخلاقی زندگی کا ایک جزو ہے لیکن جو شئے سب سے زیادہ ضروری ہے وہ انسان کا مذہب، اس کا کلچر اور اس کی ملی روایات ہیں۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے لئے انسانوں کو زندہ رہنا چاہیئے اور جن کی خاطر انہیں اپنی جان قربان کرنی چاہیئے، وہ خطہ زمین جس میں وہ رہتا ہے اور جس کے ساتھ عارضی طور پر اس کی روح وابستہ ہوتی ہے اس لائق نہیں کہ اسے خدا اور مذہب سے برتر قرار دیا جائے" [ع۴۵]

آپ نے ہمیشہ مذہب کو برتر سمجھا اور سمجھایا اور اسے مسلمانوں کی جمعیت کی بنیاد بتایا

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا آئندہ طرزِ عمل تجویز کیا "کسی فریق سے توقعات وابستہ نہ کرو اگر تم اپنی تمناؤں کو بار آور ہوتے دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی خودی کو اپنے اندر بیدار کرو اور اپنی خاک نمناک کو پختہ کر کے اسی سے اپنے میں جوہر مردانگی پیدا کرو ۔ ۔ ۔ ۔ آئندہ دستور میں اسلام کے لئے ایک ایسے موقف کو کامیابی کے ساتھ حاصل کرنا ہمارا مطمع نظر ہے جس سے ایسے مواقع حاصل ہو جائیں کہ اسلام اپنے مقاصد کو اس ملک میں پھلتا پھولتا دیکھے ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے سامنے ان کا آئندہ لائحہ عمل رکھا کہ مسلمانانِ ہند کا ایک ہی

ع۴۵ نقوش اقبال ۲ ۲۸۰

سیاسی ادارہ ہونا چاہیئے، اسلامی تعلیمات کو عام کرنا چاہیئے اور اسلامی قانون کے تحفظ اور توسیع کے لئے جدید قانون دان مسلمانوں کی جماعت تیار کی جائے۔ اس طرح علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد و رہنمائی کے فرائض یوں ادا کیئے کہ نہ تو کانگریس سے مقابلہ کے وقت آپ کے قدم ڈگمگائے اور نہ برطانوی حکومت کے سامنے آپ کے ارادے ایک لمحہ کے لئے بھی متزلزل ہوئے۔ نازک و دشوار ترین مواقع پر بھی آپ نے اتحاد اسلامی کے لئے غیر متزلزل یقین کے ساتھ جہد مسلسل کی اور نالۂ بیباک سے اس ملت کی تقدیر کی گرہیں کھولیں ؏

نہ ستارے میں ہے، نے گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر میرے نالۂ بے باک میں ہے!

تیسری گول میز کانفرنس ١٧ر نومبر ١٩٣٢ء سے ٢٤ر دسمبر ١٩٣٢ء تک جاری رہی۔ محسنِ ملت نے اس کانفرنس میں بھی شرکت کی۔ دوسری کانفرنس کے دوران اور بعد میں علامہ اقبال کے بیانات سے حکومت خوش نہیں تھی اس لئے نہیں چاہتی تھی کہ آپ اس کانفرنس میں شریک ہوں لیکن مجبوراً آپ کو بھیجنا پڑا مگر وہاں کی کارروائیاں علامہ اقبال کے نقطۂ نظر سے مطابقت نہ رکھتی تھیں اس لئے آپ نے مباحث میں کوئی خاص حصہ نہ لیا لیکن کانفرنس سے باہر برطانوی لوگوں کو اپنا ہم خیال بناتے رہے اور انہیں باور کرا دیا کہ ہندوستان میں اسلامی ہند کی تجویز سب سے زیادہ معقول ہے۔

تیسری گول میز کانفرنس کے بعد آپ فرانس اور اسپین کی سیاحت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہاں مسلمانوں کے آثار دیکھ کر آپ پر رقت طاری ہوتی تھی اور نغمہ اللہ ھو رگ و پے سے جاری ہوتا تھا۔ قرطبہ میں مسجد قرطبہ، لکھی جو ایک شاہکار سے کم نہیں جس میں سلسلۂ روز و شب کا ذکر ہے، مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ نظر آتا ہے، جس میں عشق

کی حقیقت بیان کی اور مردِ مومن کے بلند مقام کی نشاندہی کی ہے۔

اوّل و آخر فنا، باطن و ظاہر فنا
نقشِ کہن ہو کہ نَو، منزلِ آخر فنا
ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کو کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحبِ فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی تقویم میں عصرِ رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام
عشق دمِ جبرئیل، عشق دلِ مصطفٰے
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے کس طرح جدوجہد کی اور آپ کی جدوجہد کا محور کیا تھا آپ ہی کی زبانی سُنیئے۔ آپ کانفرنس میں شرکت کے لئے برطانیہ تشریف لے گئے۔ ۳۰ دسمبر تک لندن میں قیام کیا۔ تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد ۳۱ دسمبر کو لندن سے روانہ ہوئے اور فرانس، اسپین ہوتے ہوئے ۲۵ فروری ۱۹۳۳ء کو لاہور پہنچے تو لاہور ریلوے اسٹیشن پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا

"اوّل سے لے کر اب تک میری زندگی کا مطمحِ نظر یہی رہا کہ مسلمان اپنی موجودہ پستی کی حالت سے نکل کر بلندی پر پہنچ جائیں اور ان میں جو کمزوریاں اور اختلافات رونما ہو گئے ہیں وہ دُور ہو جائیں۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا

میں نے گول میز کانفرنس میں اسلامی حقوق کے تحفظ کی پوری پوری کوشش کی ہے اور کوئی ایسا لفظ نہیں کہا جس سے مسلمانوں کے حقوق کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔" ع۴۶

گول میز کانفرنسوں کی ناکامی اور آپس کے اختلافات کے باعث ایک دَور ایسا بھی آیا کہ ہندوستان میں مسلمانوں پر مایوسی کے بادل چھا گئے، رہنما بھی پریشان تھے اور عوام بھی مایوس۔ ان حالات میں قائداعظم بھی مایوس اور پریشان ہو کر انگلستان میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اس دَورِ ابتلا میں ایک اقبال تھے جو ناامید نہیں تھے جو کہتے تھے

شاہیں کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پُر دَم ہے اگر تُو تو نہیں خطرۂ افتاد

علامہ اقبال ہی سب کی نگاہوں کا مرکز تھے۔ آپ ہی تھے جو ملّت کی کشتی کو اس منجدھار سے نکالنے کی سعی کر سکتے تھے۔ آپ ہی مسلمانوں کو احساس دلا سکتے تھے کہ

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منوّر ہوں ترے نورِ سحر سے

اور پھر اقبال ملّت کی امیدوں پر پورے اُترے۔ قائداعظم کو ہندوستان واپس بلانے کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ آل انڈیا مُسلم لیگ کی تنظیم نو کی کوشش کی گئی۔ علامہ اقبال نے اس موقع پر بھی اعانت فرمائی۔ پنجاب میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کی گئیں۔ اس موقع پر بعض رہنماؤں نے علامہ اقبال کی کوششوں کو ناکام بنانے کی کوشش کی ان میں سر سکندر حیات بھی شامل تھے جو کسی نہ کسی طرح محمد علی جناح کو بھی "جناح سکندر پیکٹ" کے لئے تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن اقبال نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور قائداعظم محمد علی جناح کی

ع۴۶ گفتارِ اقبال ص ۱۶۶

معاونت فرماتے رہے۔ کیونکہ آپ اس بات سے واقف تھے کہ اس نازک وقت میں مسلمان صرف قائدِاعظم سے ہی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں ۔ آپ نے قائدِاعظم کو لکھا

"آج ہندوستان میں صرف آپ ہی کی ذات ایسی ہے جس سے یہ قوم اس طوفان میں جو شمال مغربی ہندوستان یا شاید پورے مُلک کو اپنے گھیرے میں لینے والا ہے صحیح رہنمائی کی بجا طور پر توقع رکھتی ہے" ع۴۷

قائدِاعظم نے بھی علّامہ اقبال کی عظیم خدمات کا اعتراف کیا ہے ـــــ

"سر محمد اقبال نے لیگ کے استحکام میں بڑی نمایاں خدمات انجام دیں اگرچہ عوام اس سے بے خبر رہے" ع۴۸

محسنِ ملّت علّامہ اقبال نے زمانہ کے حالات کا خوب خوب جائزہ لیا تھا اور ہر ایک راز آپ پر افشا تھا۔ آپ مغرب کی استعماری قوتوں کی چالوں کو خوب سمجھتے تھے ۔ آپ نے بھوپال میں قیام کے دوران ایک مرتبہ لیگ آف نیشن پر سخت اعتراض کیا اور فرمایا کہ اگر اقوامِ مشرق اپنی لیگ علیحدہ بنالیں اور آپس میں متحد ہو جائیں ، مغربی اقوام کی چالوں کو سمجھ جائیں تو مشرق تو مشرق ساری دنیا کی تقدیر بدل جائے ۔ پھر آپ نے ان ہی خیالات کے زیرِ اثر اپنی نظم بعنوان "جمعیت اقوامِ مشرق" پیش کی

پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخّر
کیا ہو جو نگاہ فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیتِ افرنگ نے جو خواب
ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
طہران ہو گر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

ع۴۷ اقبال پیامبر انقلاب ص ۱۳۲
ع۴۸ ایضاً ص ۱۳۳

آپ ہر لمحہ اُمت مسلمہ کی بہتری کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ آخر زمانے میں جب آپ بستر علالت پر تھے اور عملی حصّہ نہ لے سکتے تھے تو خطوط اور پیغامات کے ذریعہ اپنا مشن جاری رکھے ہوئے تھے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۷ء کو ایک خط میں تحریر کرتے ہیں

"مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں طویل علالت کے باعث کلکتہ میں منعقد ہونے والی فلسطین اور لیگ کانفرنسوں میں شرکت سے معذور رہوں۔ مجھے توقع ہے کہ فلسطین کانفرنس مسٹر عبدالرحمٰن کی زیرِ صدارت، فلسطین کے بارے میں موجودہ برطانوی حکمتِ عملی کے خلاف مؤثر احتجاج کا طریقہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔

مجھے توقع ہے کہ لیگ کانفرنس ہندوستانی مسلمانوں کو ایسے تمام سنجیدہ مسائل کے بارے میں واضح قیادت فراہم کرنے میں کامیاب ہو سکے گی جو اسلام کے مستقبل اور ہندوستانی مسلمانوں پر اثر انداز ہو سکیں گے" ع۴۹

علامہ اقبال نے ملّت کے بکھرے شیرازہ کو، تسبیح کے بکھرے دانوں کو یکجا کرنے کا عزم کیا تھا اور اقبال جانتے تھے کہ اس ملّت کا مرکز ایک ہے، روشنی کا مینارہ ایک ہے، امید کا محور ایک ہے اور وہ ہے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پس اس رشتہ کو جتنا مضبوط کیا جائے گا، جس قدر یہ رشتۂ محبت استوار کیا جائے گا اتنا ہی تسبیح کے بکھرے دانوں کو ایک لڑی میں پرونا آسان ہو گا۔ آپ مسلمانوں میں اتحاد کے خواہاں تھے اور اس ملّت کی شیرازہ بندی چاہتے تھے۔ اس لئے کہ ایک دین، ایک نبیؐ ایک کعبہ اور ایک قرآن ہونے کی صورت میں شیرازہ بندی کچھ مشکل نہیں۔

ع۴۹ اقبال - جہانِ دیگر ص ۱۲۷

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے انہیں منزل کا پتہ بتایا اور وہ منزل قرآن میں غوطہ زن ہو کر حاصل ہو سکتی تھی۔ اسلاف اسی لئے معزز تھے کہ نغمۂ توحید ان کے رگ و پے میں تھا، قرآن ان کا رہنما تھا اور ہم نے اس راہ کو ترک کر دیا ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

لیکن اقبال نومید نہ تھے اور قوم پر واضح کرتے تھے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیدۂ بینائے قوم علامہ اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے انہیں زندہ قوم کا درجہ حاصل کرنے کے لئے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے یوں خدمات انجام دیں کہ آپ کا نام آسمانِ شہرت پر لازوال چمک، لازوال روشنی کی ضمانت ٹھہرا۔ آپ کی بصیرت کے باعث آپ کو ہندوستان کی سیاسی بساط پر کبھی کبھی مات نہ ہوئی۔ ۱۹۳۵ء کا دستور بنایا گیا تو آپ کے پیش کردہ کئی مطالبات اس میں شامل کئے گئے۔ مصوّرِ پاکستان نے برصغیر ہند و پاک میں مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کا واضح نقشہ پیش کیا جسے آخر کار برطانوی حکومت اور برصغیر کے ہندو رہنماؤں کو تسلیم کرتے ہی بن پڑی یہ سب آپ کی سیاسی بصیرت کی گواہیاں ہیں۔ آپ نے مسلمانوں میں [illegible] تحریک پیدا کر کے اس ملت کو اپنی دنیا آپ بنانے کی جانب گامزن کر دیا۔ اتحاد کے اس

درس نے اُمت مسلمہ کو غلامی کی زنجیریں کاٹنے کی قوت عطا کی اور باطل قوتوں کو یقین دلادیا کہ

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اقبال کی سیاسی بصیرت نے مسلمانوں کو جینے کا حوصلہ دیا اور مشرق کا سیاسی جمود ٹوٹ کر اسلامی انقلاب کی شکل اختیار کر گیا۔ علاّمہ اقبال کی سیاست مغرب کی سیاسی چالبازیوں سے پاک تھی۔ اس میں اسی طرح سچائی اور حُسن تھا جس طرح آپ کے شعر میں۔ اور اس کی وجہ آپ کی اسلام سے والہانہ وابستگی تھی۔ آپ نے سیاست اور مذہب کو کبھی جدا نہیں سمجھا

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اقبال کے مشاغل میں قرآن و اسلامی شریعت کا مطالعہ شامل تھا۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی کا بہترین حصّہ اسلامی قانون، تمدن تاریخ اور تہذیب کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔

اس گہرے مطالعہ کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ اسلام کو ایک مکمل ضابطۂ حیات سمجھتے ہوئے اُمت مسلمہ کی زندگی کے ہر ایک مسئلہ کا حل اسلام میں تلاش کرتے تھے یہاں تک کہ آپ سیاست اور بین الاقوامی روابط کے امور بھی قوتِ دین سے طے کرنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

توحید جو کبھی زندہ قوت تھی اور نشانِ منزل تھی اب مسلمان اس سے غافل ہوئے تو قوت بھی کھو بیٹھے اگر اب بھی افراد میں یقین کی دولت پیدا ہو جائے تو قوم کی تعمیر ممکن ہو سکتی ہے

یقین افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملّت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملّت ہے

علاّمہ اقبال یقین کامل کی دولت سے مالامال تھے ۔ اسرار مرگ وحیات جاننا چاہتے تھے اور آپ کی امنگیں، آرزوئیں، جستجوئیں زندہ تھیں یہی سب کچھ آپ اُمت مسلمہ میں دیکھنا چاہتے تھے

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر!
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر!
میرے قافلے میں لٹا دے اسے!
لٹا دے! ٹھکانے لگا دے اسے!

اور جب آپ کی یہ دعا، آپ کا نالۂ شب قبولیت کے درجہ پر پہنچا تو ملت بیضا کی شیرازہ بندی کے آثار نظر آئے۔

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بار پیدا

ملّت اسلامیہ کے متعلق آپ کا آفاقی نظریہ قرآن پاک اور حدیث شریف سے ہی ماخوذ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ مگر درحقیقت معزز تو تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔"

(الحجرات ۱۳)

حدیث شریف ہے۔

"کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر فضیلت نہیں ہے۔ اگر فضیلت ہے تو صرف پرہیزگاری کی بنا پر۔"

چنانچہ آپ نے ملّت بیضا کے آفاقی اتحاد پر زور دیا اور امّت مسلمہ کو تمام اقوام کی امامت کرنے کا شرف حاصل کرتے دیکھا ؏

جس طرح احمدؐ مرسل ہوئے نبیوں میں امام
ان کی امّت بھی ہے دنیا میں امامِ اقوام

اور جب یہ امّت کسی خاص وطن سے تعلق نہیں رکھتی، جب اس کی حیثیت آفاقی ہے، جب اسلام علاقائیت و وطنیت کے بُت کو پاش پاش کر دیتا ہے تو مسلمان کہہ سکتا ہے

ہر مُلک مُلکِ ماست کہ مُلک خدائے ماست

علّامہ اقبال نے اپنی شعلہ بیانی سے، حقیقت نگاری سے، اسلام سے سچّی اور حقیقی محبت سے بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جانے کا عظیم درس دیا ؏

بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملّت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی نہ افغانی

اعتراف

اے پیکرِ گل! کوشش پیہم کی جزا دیکھ

باب ۶

اعتراف

دانائے راز، حکیم الامت علامہ اقبال کی اتحادِ مسلمین کے لئے جہد مسلسل اور عملی کاوشوں نے زبردست خراج تحسین وصول کیا۔ یوں تو آپ نے شاعری میں بلند مقام پایا، فلسفہ کی نئی جہتیں تلاش کر کے یکتائے روزگار ٹھہرے، تازہ افکار پیش کر کے جہان تازہ پیدا کئے لیکن اتحادِ مسلمین کے لئے آپ کی کاوشوں کی عظمت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ کی حیات میں اور آپ کے اس جہان فانی سے کوچ کرنے کے بعد، اندرونِ ملک و بیرونِ ملک آپ کے اساتذہ، دوست ساتھی، مصلحینِ قوم، سیاستدان رہنما اور اکابرین آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں۔

کیمرج یونیورسٹی کے پروفیسر آر۔ اے نکلسن ان الفاظ میں آپ کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

"وہ بلند پایہ شاعر بھی ہیں اور جہاں ان کا منطقی استدلال لوگوں کے قلب و دماغ میں گھر کرنے میں قاصر رہتا ہے وہاں ان کی شاعری ترغیب کا کام کرتی ہے۔ ان کا پیغام صرف مسلمانانِ ہند تک محدود نہیں ہے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لئے ہے" ع۵۰

ڈاکٹر فرمان فتحپوری لکھتے ہیں

"اقبال ایک ایسی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کی تبلیغ کرتے ہیں جو نسل و نسب

ع۵۰ دانائے راز ص ۱۴۳

اور ملک و رنگ کے امتیازات کو مٹا کر تمام کائنات کا احاطہ کر سکتی ہے۔ اسی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا نام اقبال کے یہاں ملت اسلامیہ ہے اور ان کے نزدیک ملت اسلامیہ کے استحکام اور دوام ہی پر بنی نوع انسان کی اجتماعی زندگی کی بقا اور امن و سلامتی کا دار و مدار ہے۔ اسی لئے اقبال کا مخاطب یا اُن کی تبلیغ کا رُخ صرف برصغیر کے مسلمانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ساری دنیائے اسلام ان کی مخاطب بن گئی ہے" ع۵۱

آپ نے اتحاد اسلامی کے لئے جو خدمات انجام دیں ان کا اعتراف عبدالمجید سالک یوں کرتے ہیں

"علامہ نے اتحاد عالم اسلامی کے نصب العین پر مسلمانوں کو جمع کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی" ع۵۲

قائداعظم اور علامہ اقبال کو اتحاد ملت کے لئے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ قائداعظم نے آپ کی خدمات کا بارہا اعتراف کیا ہے۔ علامہ کی وفات پر آپ نے بیان دیا۔

"ان کی شہرت اور ان کے کام ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ملک اور مسلمانوں کی انہوں نے اتنی بہت سی خدمات انجام دی ہیں کہ ان کے ریکارڈ کا مقابلہ عظیم ترین ہندوستانی کے ریکارڈ سے کیا جا سکتا ہے جو کبھی پیدا ہوا ہو۔ یہاں تک کہ وہ پنجاب کی صوبہ وار مسلم لیگ کے صدر تھے۔ کل ہند مسلم لیگ کی پالیسی اور پروگرام کے زبردست حامی تھے۔ میرے لئے وہ ایک رہنما تھے دوست اور فلسفی اور تاریک ترین لمحوں میں جن سے مسلم لیگ کو گزرنا پڑا وہ چٹان کی طرح قائم رہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی متزلزل نہیں ہوئے" ع۵۳

ع۵۱ اقبال سب کے لئے ص ۱۶۰ ع۵۲ ذکر اقبال ص ۹۲

ع۵۳ سب رس اقبال نمبر ص ۱۹۹

علامہ اقبال نے ملتِ اسلامیہ کو ایک لڑی میں پرونے کے لئے جہدِ مسلسل کی اور قوم کو بھی جہدِ پیہم کا درس دیا جس کا اعتراف یوں کیا جاتا ہے

قوم کو فکرِ اساسی دے گیا
یعنی درسِ خود شناسی دے گیا
قوم کو تو عزمِ پیہم دے گیا
اور درسِ جہدِ پیہم دے گیا (عظیم امروہوی)

ترجمانِ ملت علامہ اقبال نے از ساحلِ نیل تا خاکِ کاشغر مسلمانوں کو انتشار اور مایوسی کے چھائے بادلوں سے نکالنے کی سعئ پیہم کی اور اتحاد کے نغمے بکھیرے ۔آپ کی ہی شعلہ نوائی تھی، آپ ہی کا سوز و گداز تھا، عشقِ رسول[۵] تھا جس نے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا، فاصلوں کو مٹا دیا، اساسِ دین کو مضبوط کیا اور اسی اساس نے مسلمانوں کو جنوبی ایشیا میں ایک عظیم اسلامی مملکت میں آزادی کا سانس لینا ممکن بنایا ۔آپ نے مسلم لیگ کے پرچم تلے بکھرے دانوں کو یکجا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ۔ایک موقع پہ آپ نے محسوس کیا کہ مسلم لیگ میں بے عملی پیدا ہو رہی ہے اور مسلمانوں کی آزادی و اتحاد کے لئے جوش و عمل کی ضرورت تھی اور اتحاد کی کوششوں کو تیز تر کرنا ضروری تھا چنانچہ آپ ایک موقع پہ قائد اعظم[۶] کو لکھتے ہیں کہ اسلامی شریعت کا نفاذ اور اس کا ارتقاء ایک آزاد مسلمان ریاست کے بغیر اس ملک میں ممکن نہیں ہے ۔میں برسوں سے دیانت داری کے ساتھ اس بات پر یقین رکھتا ہوں اور اب بھی مانتا ہوں کہ مسلمانوں کی معاش اور ایک پُرامن پاکستان حاصل کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً اور سارے عالم اسلام میں عموماً تو مایوسی پھیلی ہوئی تھی، ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے ایسے دور میں علامہ اقبال امید کی کرن تھے ۔انہوں نے اپنی لازوال روشنی سے مسلمانوں کو اتحاد، نظم اور آزادی کی راہ پہ گامزن ہونے کے حوصلے عطا کئے۔ آپ کی جرأت نے

مسلمانوں میں جرأت و حوصلہ پیدا کیا۔ آئینِ قدرت آپ پہ عیاں تھا اسی لئے راہ عمل پہ گامزن کرنا چاہتے تھے۔

یہی آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوبِ فطرت ہے

آپ مسلمانوں کی منزل ستاروں سے آگے چرخ نیلی فام سے پرے تلاش کرتے تھے۔

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

علامہ کی شاعری، نثر نگاری، فلسفیانہ اندازِ فکر اور دین اسلام سے حقیقی عشق کی شہرت اور چرچا دنیا کے گوشے گوشے میں ہے۔ غیر زبانوں میں آپ کے شعری مجموعے اور نثر پارے ترجمہ ہو کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور ان پر بے پایاں تحقیقی کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ آپ کی شخصیت دوسرے ممالک میں اتحاد ملت کے نقیب کی حیثیت سے بھی پہچانی جاتی ہے اور مفکر و مصورِ پاکستان کی حیثیت سے بھی۔

برادر ملک اسلامی جمہوریہ ایران میں تو علامہ اقبال سے واقفیت اب عام ہے وہاں باقاعدہ یوم اقبال منایا جاتا ہے اور ایرانی دانشور اتحادِ ملت کے لئے آپ کی خدمات کے معترف ہیں۔

انجمن ادبی ایران و پاکستان کے صدر اور مشہور ادیب و شاعر ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی کا کہنا ہے

"محمد اقبال از مبلغانِ گرامی اسلام و از مبشران نبی شرق است" [۵۴]

---

[۵۴] آئینہ اقبال ص ۱۸۸

علامہ اقبال نے اتحاد مسلمین کے لئے نہایت جوش و جذبہ کا اظہار کیا اور اسے اپنی زندگی کا مشن بنایا آپ کی خواہش تھی کہ مسلمان متحد ہو جائیں اور اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے برصغیر میں ایک اسلامی مملکت قائم کریں آپ کی اس خواہش سے خاص و عام واقف تھے چنانچہ ۱۹۴۰ء میں لاہور میں قرار داد لاہور (قرارداد پاکستان) منظور ہونے کے بعد قائداعظمؒ نے اپنے سیکرٹری سید مطلوب الحسن سے کہا آج اگر اقبال زندہ ہوتے تو وہ خوش ہوتے۔ہم نے ان کی خواہش پوری کر دی۔ ع۵۵

ترجمان حقیقت علامہ اقبال کی اتحاد مسلمین کی کاوشوں کا اعتراف آپ کی حیات ہی میں کر لیا گیا تھا اور برصغیر ہند و پاک سے باہر بھی آپ شاعر کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اتحاد کے علمبردار کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے تھے۔

اسلامی جمہوریہ ایران سے اقبال کا تعارف بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں شروع ہوا۔ ایک ایرانی دانشور سید محمد علی نے جو کہ نظام کالج حیدرآباد دکن میں مطالعہ ایران کے پروفیسر تھے اپریل ۱۹۲۸ء میں حیدرآباد میں اقبال کی شاعری پر ایک مقالہ پڑھا یہ مقالہ ایران میں شائع کیا گیا اس میں علامہ اقبال کے نظریہ خودی اور عالم اسلام کے اتحاد کو زیر بحث لایا گیا تھا۔ ع۵۶

گویا علامہ اقبال کے ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد سے پہلے ہی آپ کی حیثیت صرف ایک شاعر کی نہیں بلکہ مصلح قوم، نقیب اتحاد کی بھی تھی اور دوسرے ممالک تک آپ کی پہچان کا یہ بھی ایک ذریعہ تھا۔

ایران کے دانشور سید محمد محیط طباطبائی اقبال کے عظیم مداحوں میں شامل ہیں (راقم الحروف کو ایران میں قیام کے دوران اس عظیم شخصیت سے نیاز حاصل ہوا) آپ نے اقبال پر متعدد مقالات تحریر کئے اور اپنے ادبی مجلہ "محیط" کا اقبال نمبر بھی شائع کیا۔

ع۵۵ تاریخ نظریہ پاکستان ص ۲۳۸ ع۵۶ مجلہ دانش ص ۱۵۱

قیامِ پاکستان میں علامہ اقبال کی مساعی کو اہم اور مرکزی درجہ حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی آپ کی اتحادِ مسلمین کی کوششوں کا تذکرہ دُور دراز علاقوں تک بھی پہنچا۔ خصوصاً ایران میں علامہ اقبال کی مقبولیت میں زبردست اضافہ ہوا اور آپ کی یاد میں تقریبات منعقد کرنا بعض ایرانی دوستوں نے اپنا فرض سمجھا۔ ایران میں اقبال شناسی کی تقریبات میں سے ایک تقریب میں ملک الشعرا بہار نے اس عظیم شاعر اور مفکرِ اسلام کے لئے ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا

"میں اقبال کی شخصیت میں مسلمان مجاہدین، علماء اور اہلِ قلم کی نو صد سالہ کوششوں کا ایک حسین نقطۂ عروج دیکھتا ہوں۔" ۵۷

مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے نقیب علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کی آزادی اور اتحاد کے لئے جو جذبۂ بیتاب اس ملت میں پیدا کیا اسی کا اعتراف جناب رئیس امروہوی یوں کرتے ہیں

جذبۂ بیتاب منزل سُست گاموں کو دیا
انقلابی حوصلہ جس نے غلاموں کو دیا
الغرض جس میں نہاں فطرت کا ہر انعام ہے
ہاں وہ تیرا نام اے اقبال تیرا نام ہے

شاعرِ مشرق، مفکرِ اسلام نے مسلمانوں کے اتحاد اور آزادی کے لئے سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ اس کا اعتراف ۹ دسمبر ۱۹۴۲ء کو یومِ اقبال کے موقع پر قائداعظمؒ کے پیغام میں یوں کیا جاتا ہے

"وہ ایک بڑے شاعر اور فلسفی تو تھے ہی لیکن عملی سیاستداں کی حیثیت سے بھی کم نہیں تھے۔"

علامہ اقبال ملتِ مسلمہ کے اتحاد کو ملت کا فرض گردانتے تھے اور اسے خودی کا مسئلہ کہتے تھے۔ آپ کے نزدیک اگر ملت اپنی خودی قائم نہ رکھ سکے

---

۵۷ مجلہ دانش ص ۱۵۹

غیر کے سامنے جھکے تو محکومی اس کا مقدر ہے اور ملت کا یہ گناہ فطرت معاف نہیں کرتی۔

اس کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو کر نہ سکی اپنی خودی سے انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

آپ جاوید کو پیام بھی یوں دیتے ہیں۔

خودی کے ساز میں ہے عمرِ جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ

آپ نے افراد اور ملت کو جو درسِ خودی دیا اس نے آپ کے نام کو لازوال بنایا اس کا اعتراف فیروز خسرو اس طرح کرتے ہیں

دلوں میں یاد ہے اس کی لبوں پہ نام اس کا
ابھی بھی دم بھرا کرتے ہیں تشنہ کام اس کا
خودی کے نشہ میں رہتا تھا روز و شب مخمور
بلند حلقۂ رنداں میں تھا مقام اس کا

اقبال مسلمانوں کے لئے قوت و جسارت کی علامت ہیں۔ آپ اُمت مسلمہ کے اتحاد کے لئے دن رات کوشاں تھے اور اس درماندہ قافلہ کو منزل تک پہنچانا چاہتے تھے۔

میں ظلمت شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس میرا شعلہ بار ہوگا

ہم اگر اقبال کی کاوشوں کا اعتراف دیکھنا چاہیں تو ایران کی یوم اقبال کی تقریبات کی روداد پڑھیں، ایران کے شعرا کے قصائد اور مقالات کا مطالعہ کریں اس شخصیت کی عظمت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جسے دوسرے ممالک کی عظیم

شخصیتیں بھی عظیم مقام پر جلوہ افروز دکھتی ہیں۔

ایران کی عظیم انقلابی شخصیت علی شریعتی نے اقبال کے شیدائیوں میں اپنا شمار کرایا۔ آپ کی نظر میں اقبال اسلامی انقلابی مصلح اور فلاسفر ہیں۔ آپ کے نزدیک اقبال کا تصوّرِ خودی اسلامی روح اور اسلامی اقدار میں رچا بسا ہوا ہے۔ ایک جگہ وہ کہتے ہیں " اقبال امّت مسلمہ کی امنگوں، خوابوں، خیالات، اس کے مسائل اور مشکلات کے ترجمان ہیں اور ان کے حل کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اقبال اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ اقبال بھی اتنے ہی کثیر الجہات ہیں جتنی کہ روح اسلام" ع۵۸

علّامہ اقبال پر ہمیں ایران میں قیمتی کُتب اور مقالات ملتے ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ ان میں اقبال کا تعارف عموماً مفکرِ اسلام اور اتحادِ مسلمین کے نقیب کی حیثیت سے کرایا گیا ہے۔

ایران میں اقبال پر فارسی میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ——— " اقبال متفکر و شاعرِ اسلام " کے عنوان کے تحت لکھی گئی۔ اس کے مصنف محمد مقتدری ہیں اور یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں تہران میں شائع ہوئی ع۵۹

اس کے علاوہ بھی ایران میں مسلمانوں کے اتحاد اور آزادی کے لئے اقبال کی مساعی سے متعلق کثرت سے مواد کتابوں میں ملتا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اقبال نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے جو کچھ کیا دنیا اس سے واقف تھی اور اس کا اعتراف کرتی تھی اور کرتی ہے۔

ایران میں یومِ اقبال (منعقدہ سفارت خانہ پاکستان) کے موقع پر سرمد نے اقبال کے لئے قصیدہ پڑھا۔ اس میں انہوں نے اعتراف کیا

" یہ اقبال ہی کہ معجز آسا و روح پرور کلام تھا جس نے
مسلمانوں کے [illegible] ۔ ۔ راہ قافلہ کے لئے بانگ درا کا کام

ع۵۸ دانش ۳ ۱۲۸   ع۵۹ دانش ۳ ۱۶۰

کیا۔ ناقۂ اسلام کی زمام پاک لوگوں کے ہاتھ میں دی اور
اس طرح ایک عظیم مملکت (پاکستان) وجود میں آئی۔ ایسی
شخصیت فقط شاعر ہی نہیں بلکہ اسلامی سوسائٹی کے
مربیوں اور بانیوں میں سے ہے جس کا ہمیشہ زندہ رہنے
والا نام تا بہ ابد صفحات تاریخ کے لئے زینت کا سبب
ہوگا " ع ۶۰

اور اقبال کی شخصیت اور کاوشوں کا اعتراف کیوں نہ ہو کہ آپ خود اس کا اعتراف کرتے تھے کہ آپ کی شاعری صرف شاعری نہیں ہے اس کا نتیجہ ہے کہ خدا نے ان کو دل خبیر و بصیر عطا کیا تھا۔

مجھے خبر نہیں یہ شاعری ہے یا کچھ اور ہے
عطا ہوا ہے مجھے ذکر و فکر و جذب و سرود

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرم رازِ درونِ میخانہ

جو بات حق ہو وہ مجھ سے چھپی نہیں رہتی
خدا نے مجھ کو دیا ہے دل خبیر و بصیر

علامہ اقبال نے اتحاد و اخوت کا جو درس دیا وہ یقیناً رنگ لایا اور اس چمن میں آپ کے ہمنوا پیدا ہوئے جو قدم سے قدم ملا کر راہ عمل پر گامزن ہوئے۔ خود اقبال بھی اس کے معترف تھے۔ آپ کو احساس تھا کہ یہ قوم ان کی آواز پر لبیک کہہ اٹھی ہے۔

ع ۶۰ آئینۂ اقبال ص ۱۸۲

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب میرے رازداں اور بھی ہیں

آپ کے رازداں دور دراز گوشوں میں بھی پیدا ہوئے، آپ کے رازداں اسی اتحادِ عمل اور جذبہ خودی سے سرشار نظر آئے جو آپ کے اثر کے تحت ان کے قلوب میں سرایت کر گیا تھا۔ عالمِ اسلام میں آپ کی آواز کی بازگشت صاف سنائی دیتی تھی۔ عالمِ اسلام پر چھائے ہوئے مایوسی کے بادلوں کو آپ کی پُر خلوص جہدِ مسلسل نے چھانٹنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وطنیت کے مغربی تصوّر کا بُت پاش پاش کر کے ملت اسلامی کے اتحاد کی پائیدار بنیاد رکھی اسی بنیاد پر پاکستان کی اسلامی مملکت عالم وجود میں آئی۔ یہ اقبال ہی تھے جنہوں نے اُمت مسلمہ کو جذبۂ حق سے آشنا کیا، زندگی کے راز افشا کئے، اتحاد و تنظیم کا درس دیا۔ آپ کے سچے جذبات اور بیداری کے چھیڑے سازوں کا اعتراف ڈاکٹر کوثر القادری نے اس طرح کیا ہے

شاعرِ اسلام ہاں اے مطربِ سازِ حجاز
تو نے بخشے قلبِ ملّت کو نئے سوز و گداز
تیری فکرِ شوخ نے چھیڑے وہ بیداری کے ساز
جن کے نغموں سے کھلے ہم پر حیاتِ نو کے راز
جذبۂ حق آشنا ہر دل میں پیدا کر دیا
تو نے قطرے کو وہ وسعت دی کہ دریا کر دیا

علّامہ اقبال کی شاعری، فکر، فلسفہ کی گہرائی، سچائی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی اتحادِ مسلمین کے لئے بے پایاں کوششوں کا اعتراف بھی دُور و نزدیک، اندر و باہر واضح طور پر کیا گیا ہے۔

مصر میں ماہنامہ مجلّۃ الازہر میں جناب احمد حسن الزّیات نے علّامہ اقبال کی ان خدمات کے متعلق سیر حاصل مقالہ تحریر کیا جو آپ نے اسلام اور مسلمانوں

کی سربلندی اور اتحاد کے لئے انجام دی تھیں اس مضمون کا اُردو ترجمہ بعنوان "شاعرِ اسلام - محمد اقبال" روزنامہ جنگ ۱۳ مئی ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں شائع ہوا جس کے مترجم محمد بن خلیل عرب تھے۔ اس مضمون سے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ علامہ اقبال کی سعی جمیلہ کو بیرونِ ملک عظیم شخصیتیں کتنی بلندیوں پر دیکھتی تھیں اور دیکھتی ہیں۔

"برصغیر پاک وہند کی ایمان پرور فضاؤں میں نشو ونما پانے والے اقبال کے جسد خاکی میں اسلام نے اپنی سچی روح پھونک دی تھی اور اس لحاظ سے یہ قالب خلوصِ حق، نورِ ہدایت اور پاکیزہ فطرت سے معمور تھا۔۔۔۔۔
اقبال نے دین اسلام کی حقیقت کو اسی صورت میں دیکھا اور سمجھا جس صورت میں باری تعالیٰ نے اسے اتارا تھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی دعوت دی تھی۔۔۔ اقبال نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا کہ دین و دنیا کی تعمیر کا دارومدار عمل صالح پر اور سعادت دارین کا حصول ایمان حقیقی پر منحصر ہے نیز عالم اسلام کی قوت و عظمت کا انحصار عرب و عجم کے حقیقی اتحاد پر ہے لہذا اقبال نے اپنے مجموعہ کلام اسرار خودی میں ایمان حقیقی اور عبادت کے مفہوم کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے فرد کو استقلال ذات کی دعوت دی، بانگ درا میں مسلم معاشرہ کی بیداری اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد و عمل پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور پیامِ مشرق میں اسلامی اخوت اور باہمی تعاون کا پیغام دیا۔۔۔۔ اقبال نے قرآنی تعلیمات کی تشریح و تفسیر عقل کو دلیل راہ بنا کر کی اور اپنے اشعار کے ذریعہ ایمان اور

عقیدہ کا صحیح مفہوم پیش کیا ۔۔۔۔ اقبال نے افراد کو آزادی اور عزت نفس کا حقیقی کردار بخشا اور معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے لئے تقویٰ اور محبّت کی اہمیت پر زور دیا ۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر رسول تھے تو اقبال شاعرِ رسالت تھے ۔ اقبال کو محمدیت (پیغامِ محمدی) کے دفاع کا شرف حاصل ہے ۔۔۔۔ اقبال پر باری تعالیٰ کا یہ فضل رہا ہے کہ ان کی کئی آرزوئیں پوری ہوئیں ان کی آرزو کے مطابق آج اُمت اسلامیہ بیدار ہو چکی ہے اور آپس میں متحد ہو رہی ہے ۔"

ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اتحاد، تنظیم اور آزادی کی جو راہ سجھائی وہ اس قوم پر احسان عظیم ہے اور اس بے مثل عظیم احسان کا اعتراف کھلے دل سے کیا گیا ہے ۔

۲۱/ اپریل ۱۹۳۸ء کو اس عظیم شخصیت نے بظاہر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا، سانس کی ڈوری ٹوٹ گئی لیکن اس رہنما کا اپنی قوم سے، اُمت مسلمہ سے رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا ۔ یہ مردِ مومن، یہ مردِ حق ملت کے ہر فرد کے دل میں زندہ و پائندہ رہے گا، روشنی کی کرنوں سے اندھیری راہوں کو منوّر کرتا رہے گا ۔

محسنِ قوم علامہ اقبال نے مایوسی کی اندھیری راہوں پر کھوئی ہوئی قوم کو منزل پہ پہنچنے کی راہ دکھائی، ملّت اسلامیہ کو درخشاں مستقبل عطا کیا، اسلامی دُنیا کو روشن و منوّر کیا، ملّت کے آہوانِ آوارہ کو سوئے حرم گامزن کرنے میں بے مثال کردار ادا کیا، ملّت کا اندازِ فکر اور طریق عمل بدلنے میں کامیاب ہوئے ۔ اُمت مسلمہ میں حیات تازہ کی روح پھونک دی، قوم کو بلندیٔ فکر و خودی عطا کی، اتحاد و عالمگیر اخوت کا درس دیا، توحید و رسالت کا فراموش کردہ سبق دلوں میں تازہ کر دیا، قرآن کا پیغام یاد دلایا، مسلم معاشرہ کو عزمِ نو اور روحانیت کی روشنیوں سے منور کر دیا ۔

مسلمانوں کے سامنے ایک شاہکار تصور، سچا خواب ــــ تصورِ پاکستان پیش کر کے حیات جاوداں پائی، آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر ہمارے سامنے ہے۔ آج مسلم اتحاد کے لئے تگ و دو، مسلم کانفرنسوں کا انعقاد، مسلمانوں کی مشترکہ تجارتی کوششیں اور پاسبانی حرم کے لئے جہد مسلسل میں ہمیں علامہ اقبال کی کاوشوں کا عکس نظر آتا ہے۔ آج بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہیں، غلامی کی زنجیریں کٹ چکی ہیں۔ بیشتر اسلامی ممالک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کی سعی جاری ہے۔ آج پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی عملی کوششیں اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ مملکت اسلامیہ مسلمانان اسلام کے اتحاد کے لئے پیش قدمی کرے گی ۔ ۔ ۔ آج ایران میں اسلامی انقلاب کی شعاعیں دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ کسی دن یہ شعاعیں ضرور ملت اسلامیہ کے اتحاد کے لئے راہیں منور کریں گی۔

آج تقریباً ایک ارب مسلمان ہیں۔ یہ اگر متحد ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتی، کائنات کے ذرے ذرے پر اُمت مسلمہ کی حکمرانی اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت قائم ہو گی۔ آج یہ ایک ارب مسلمان متحد ہو جائیں تو پاسبان حرم ثابت ہوں۔ ہمارے آپس کے اختلافات، آپس کے تنازعات اور جھگڑے ہیں جو یقیناً سپر طاقتوں کے پھیلائے ہوئے جال ہیں لیکن ہماری قوت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ اب ہمیں ہوش آنا چاہیئے اور جوشِ عمل سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری آپس کی جھگڑ یں صرف اور صرف ہمیں نقصان پہنچا رہی ہیں۔ پاکستان ہو یا افغانستان، اردن ہو یا شام، ایران ہو یا عراق، عرب ہو یا لیبیا سب عالمگیر اخوت اپنائیں، آپس کے اختلافات کو بھلا کر، معمولی تنازعات کو پس پشت ڈال کر اللہ کی رسّی کو مضبوط پکڑیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پارہ پارہ ملّت اسلامیہ کو سیسہ پلائی دیوار بنادیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا بھائی چارہ کا درس دہرائیں تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں ہوگا جب علامہ اقبال

کی یہ خواہش پایۂ تکمیل کو پہنچے گی کہ

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

اقبال کی مغرب کے تہذیبی اور سیاسی استعمار کے خلاف جدّ وجہد

مشرق کے محسنوں میں اگر ہم ایک ایسا نام تلاش کرنا چاہیں جو مغرب و مشرق میں یکساں مقبول تھا، سیاست و معاشرت پر عبور رکھتا تھا، تہذیب و ثقافت کا محافظ، فلسفہ و شاعری میں یکتائے روزگار تھا، جس کے عروج سے انجم سہم گئے، جس نے ظاہر کی آنکھ سے تماشا نہ کیا، دیدۂ دل وا کر کے فضاؤں، ہواؤں کو مسخر کرنے کی ہمت آفریں باتیں کیں ایسی باتیں جو پَر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی تھیں جو کہتا تھا ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے مری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

تو ہم بلا جھجک کہہ سکتے ہیں کہ وہ حکیم الامت شاعرِ مشرق حضرت علامہ محمد اقبال کی مسحور کُن، زمانہ شناس و زمانہ ساز انقلاب آفریں شخصیت تھی۔

"وہ اقبال ہی تھا جو اگرچہ تنہا تھا لیکن جس نے عصرِ خویش سے اعلانِ جنگ کیا اور آخر وقت تک لڑتا رہا۔ نہ اس کے تیور میں فرق آیا نہ ہمت میں، نہ جوشِ پیکار اور شوقِ رزم میں۔"[1]

ڈاکٹر محمد اقبال جو مغرب و مشرق سے یکساں آگہی رکھتے تھے جن کا دل مشرق کے لئے تڑپتا تھا اور مغرب سے نبرد آزما رہتا تھا۔ وہ کون سا ذریعہ ہے جس سے آپ نے مغرب کے تہذیبی و سیاسی استعمار کے خلاف جدوجہد نہیں کی۔ آپ نے مغرب کے اس بہتے بڑھتے سیلاب سے مشرق کو آگاہ کیا جو اسے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جانا چاہتا تھا۔ آپ نے نظم و نثر، تحریر و تقریر، خطبات و مقالات، مکتوبات و پیغامات سے، خلوت و جلوت میں، اندرونِ ملک و بیرونِ ملک، دوستوں و مداحوں کی محفلوں میں مخالفین کے روبرو کونسلوں کے اجلاسوں میں مغرب کے تہذیبی و سیاسی استعمار کے خلاف احتجاج کیا اور اس سے محفوظ رہنے کی راہ دکھائی۔ آپ کہیں معاصر سیاستدانوں اور مصلحین کے ہم رکاب ہوئے اور کہیں معاندین سے اختلاف کیا مقصد ایک ہی تھا کہ مغرب کے تہذیبی و سیاسی استعمار کے خلاف جہدِ مسلسل کی جائے۔

حکیم الامت نے مغرب میں رہ کر علم کے دریا سے سُچے موتی چُنے لیکن جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری و صناعی

کے فسوں سے محفوظ رہے بلکہ آپ فرماتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا"[۱]
آپ جانتے تھے کہ علوم و فنون کی ظاہری چمک دمک نظروں کو خیرہ کرتی ہے اور یہ روشن برقی قمقموں کی مستعار ہے۔ اسی لئے آپ نے دیارِ مغرب کے مکینوں کو خبردار کیا ہے

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا

حضرت اقبال نے واضح کیا کہ مغربی تہذیب دراصل علوم کی ناپائیداری، اخلاقی دیوالیہ پن، کھوکھلی معیشت، فکر و نظر کی خرابی اور کردار کی پستی کا باعث بن رہی ہے۔ یہ روحانیت سے عاری مادیت سے پُر ہے اس کی بنیادیں کمزور اور دیواریں شیشے کی چکنا چور ہونے والی ہیں اس میں سچے عشق کا فقدان ہے اس کی روح "لا" سے آگے نہیں بڑھتی۔ مشینوں کے دھوئیں سے سیاہ یہ تہذیب جدید اصل علوم کی روشنی کو ماند کر دیتی ہے، عقل و فہم کو چرا لیتی ہے۔ معاشرت و معیشت کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔ خود شناسی اور خودی کی رفعتوں کو تنزلی کا زینہ دکھاتی ہے ہے

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیوان ہے یہ ظلمات

شاعرِ مشرق نے اس تہذیب کی مخالفت کی جو دلسوزی و نمناکی نہیں رکھتی جو پُرکار و سخن ساز ضرور ہے لیکن خود غرضی و رقابتوں کو جنم دیتی ہے، خودی کی فروش گاہ ہے، بیکاری، عُریانی، ہوسناکی اس کے عناصر ترکیبی ہیں ہے

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا ۔ رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی
بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس ۔ کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات؟

مغرب نے تہذیبی استعمار کی خاطر اپنے تہذیبی عناصر دوسری اقوام تک پہنچائے تاکہ بے حیائی، بے دینی مادیت پرستی، مردہ ضمیری دوسری اقوام میں سرایت کر جائے اور فسادِ قلب و نظر عام ہو جائے کیونکہ ہے

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

مرہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیر پاک وخیال بلند و ذوقِ لطیف

لیکن اقبال آگاہ کرتے ہیں کہ

مسلۂ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے
مے و قمار و ہجوم زنانِ بازاری

ڈاکٹر اقبال نے مشرقی اقوام کو آگاہ کیا کہ اطمینانِ قلب بڑی نعمت ہے جو روحانیت سے حاصل ہوتی ہے لیکن مغرب کی مادیت پرستی اطمینانِ قلب کو فنا کردیتی ہے اور اس طرح قوم کی راہ ہموار ہو جاتی ہے چنانچہ مشرق اور خصوصاً مسلم قوم کو فلاح کی راہ روحانیت میں تلاش کرنا چاہیئے اور مغرب کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔

مغرب اپنی تہذیب جدید کے جادو سے اقوام کو زیرِ سیاسی استعمار سے ملتوں میں افتراق پیدا کر رہا تھا۔ جہاں بھی کسی قوم میں کوئی کمزور پہلو نظر آتا اس کی استعماری زنجیروں کی جکڑ سخت ہو جاتی۔ حکیم الامت نے اس استعمار سے نجات دلانے کی کوشش کی اور آپ کی شاعری پیمبری بن گئی۔ آپ نے مثنوی چہ باید کرد میں مغرب سے آزادی حاصل کرنے اور اس کے خلاف جد وجہد کا سبق دیا۔

علامہ اقبال کے خطوط بھی مغربی استعمار کے خلاف جد وجہد ہیں۔ آپ سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں "مغربی تہذیب پر تنقید کی ضرورت ہے تقلید کی نہیں"۔

آپ مغرب کی اس سائنسی ترقی پر بھی اعتراض کرتے ہیں جو فکر و نظر سے خالی ہے، انسانی مسائل حل نہیں کرسکتی۔ ستاروں کی گذر گاہیں تلاش کرتی ہے۔ جو حکمت کے دعوے کرتی ہے اصل نفع وضرر جانتی نہیں، سورج کی شعاؤں کو گرفتار کرتی ہے اور زندگی کی شب تاریک کو سحر میں بدل نہیں سکتی۔ آپ نے مغرب کی تہذیبی خرابیوں کو خوب بھانپ لیا تھا ؎

برا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگ دل کی خرابی خرد کی معموری

یہ وجوہات ہیں کہ شاعرِ مشرق نے مغرب کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں "مغرب کے خلاف بغاوت کے جتنے محرکات وعوامل ہو سکتے تھے وہ اقبال کی طبیعت میں بیک وقت جمع ہو گئے"[۳]

ایک مصنف کا کہنا ہے "ہم دوسرے تمام مشرقی فضلاء میں مغربی تہذیب پر اقبال کی طرح گہری نگاہ اور ان جیسا جرأت مندانہ تنقیدی نقطۂ نظر ڈھونڈے سے بھی نہیں پا سکتے" ؎۴

حضرت اقبال نے یہ بھی بھانپ لیا تھا کہ مغرب نے اپنی استعماریت کی کامیابی کے لئے تعلیم کو ذریعہ بنایا ہے۔ کھو کھلی مغربی تہذیب تعلیم کے ذریعے نوجوانوں میں مادیت، اخلاقیات و روحانیت سے دُوری اور ہوس سیم و زر پیدا کر رہی ہے تاکہ تعلیم کا ڈھونگ بھی رچا دیا جائے اور مغرب اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب بھی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت اقبال نے مغرب کے اس حربہ کے خلاف بھی جدوجہد کی۔ مغربی تعلیم اور مدارس کی مخالفت کی اور سازشوں کو بے نقاب کیا ؎

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم - ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

چشمِ بینا سے جاری جوئے خوں - علم حاضر سے دیں زار و زبوں

آہ مکتب کا جواں گرم خون - ساحرِ افرنگ کا صیدِ زبوں

علم میں دولت بھی ہے، قدرت بھی ہے لذت بھی ہے - ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

حکیم الامت علامہ اقبال فرماتے ہیں "مغربی تہذیب کی نقالی اور اس کی ظاہری و سطحی پہلوؤں کی دلکشی بجائے خود ایک مصیبت تھی مغربی تعلیم نے ہمارے لئے اور بھی فتنے پیدا کر دیئے" ؎۵

حضرت اقبال کی یوں تو تمام تصانیف مغرب کے خلاف جہاد بالقلم ہیں لیکن "ضربِ کلیم" تو دورِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اس کا ایک ایک شعر جدوجہد کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے متعلق کہا گیا "آرنلڈ کی توم سے وہ زندگی کی آخری سانس تک جنگ کرتا رہا۔ اس کے اقدارِ حیات اور اطوارِ زندگی کو ہیچ اور حقیر سمجھتا رہا" ؎۶ اقبال نے مغرب کے تہذیبی استعمار کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے مشرق کے مکینوں میں جرأت و ہمت پیدا کی اور مغرب کو بھی اس تباہ کن تہذیب سے آگاہ کیا اور پیش گوئی کی کہ ؎

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ اقبال کی جدوجہد مغرب کے صرف تہذیبی استعمار کے خلاف نہ تھی بلکہ اس کے سیاسی استعمار پر بھی آپ نے سخت تنقید کی ہے اور سیاسی شعور و آزادی کے لئے جہاد بالقلم کو اپنا شعار بنایا ہے۔ آپ کے نزدیک سیاست وہ عمل ہے جو نصب العین حاصل کرنے میں مدد دے سکے۔

لیکن مغربی سیاست تفریقِ ملل کا باعث ہے اور مغرب اپنی استعمار پسندی کے باعث رفتہ رفتہ ساری دنیا کو اپنے زیرِ نگیں لانا چاہتا ہے اور کمزور و ناتواں افراد و اقوام کے لئے وہ جال پھینکتا ہے کہ اس سے بچ نکلنا نہایت دشوار ہے۔ مغرب کی سیاسی استعماریت اس طرح بڑھی کہ ہند، ایران، افغانستان، ترکی اور عرب اقوام کی معدنی و قدرتی دولت پر قبضہ کر کے سیم و زر حاصل کرنا اس کی عادتِ ثانیہ بن گئی اور کمزور اقوام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی وہ تدبیریں کی گئیں جو ظاہر میں ہمدردی اور درپردہ سیاسی چالیں تھیں۔ چنانچہ اقبال کہتے ہیں ؎

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار

مغربی استعمار کے خلاف جب بھی کوئی آواز اٹھائی گئی اسے دبانے کے لئے مغرب نے کیا کیا حیلے بہانے تراشے اور اسے خاموش کر دیا لیکن اقبال کی آواز تھی کہ مغرب بے بس ہو گیا۔

علامہ اقبال نے مغربی سیاسی فکر کو ملکی ہوس گیری سے تعبیر کیا اور لوتھر کی تحریک کے پیدا کردہ وطنیت و قومیت کے تصور کی شدید مخالفت کی جو دراصل مغربی استعمار کی خاطر ملتوں کا شیرازہ بکھیرنے کی سازش تھی۔ حضرت اقبال نے مولانا حسین احمد کو لکھا "آپ نے سوچا نہیں کہ آپ اس توضیح سے (کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں) دو غلط اور خطرناک نظریے مسلمانوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمان بحیثیت قوم اور ہو سکتے ہیں اور بحیثیت ملت اور، دوسرا یہ کہ از روئے قوم چونکہ وہ ہندوستانی ہیں اس لئے مذہب کو علیحدہ چھوڑ کر انہیں باقی اقوام ہند کی قومیت یا ہندوستانیت میں جذب ہونا چاہئیے"۔[۷] گویا اقبال کو احساس تھا کہ اس تصور سے مسلمان اپنی جداگانہ حیثیت کھو بیٹھیں گے کیونکہ یہ تصور اسلامی تصورِ ملی کا مدِ مقابل ہے اور دین و دنیا میں دوئی پیدا کرتا ہے جبکہ ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری، ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لئے نامرادی — دوئی چشمِ تہذیب کی نابصیری

ابتدائی دور میں اقبال نے بھی کہا تھا کہ "ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"، لیکن بہت جلد آپ کہہ اٹھے "مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا"۔ علامہ اقبال نے مغرب کے نظریہ وطنیت کو بت پرستی اور نسل پرستی سے تعبیر کیا ؎

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے - جو پیرہن اس کا ہے مذہب کا کفن ہے

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب رنگ - خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات

ضمیر اس مدنیت کا دین سے ہے خالی - فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پر قیام

علامہ اقبال نے ملوکیت کے خلاف بھی آواز اٹھائی کیونکہ آپ جانتے تھے ؎

ملوکیت سراپا شیشہ سازی است - ازو ایمن نہ رومی نے حجازی است

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است - نظامش خام و کاوش ناتمام است

ڈاکٹر اقبال نے اس جمہوریت کی بھی مخالفت کی جس کا مغربی استعمار نے لبادہ اوڑھا تھا۔ ابلیس کی عرضداشت اسے واضح کرتی ہے ؎

جمہور کے ابلیس ہیں اربابِ سیاست - باقی نہیں اب میری ضرورت تہ افلاک

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام - جس کے پردہ میں نہیں غیر از نوائے قیصری

ارمغانِ حجاز میں ابلیس کی مجلسِ شوریٰ مغرب کے تہذیبی و سیاسی استعمار کا اس طرح پردہ چاک کرتی ہے ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

مغرب بتدریج مختلف حیلوں بہانوں سے مشرق پر اپنی فکری، تہذیبی، سیاسی، معاشی گرفت مضبوط کرتا جا رہا تھا اور رفتہ رفتہ کمزور و ناتواں اقوام پابہ زنجیر ہو رہی تھیں۔ ترکوں کے خلاف جنگ بلقان مغرب کی سازشوں کا نتیجہ تھی پھر پہلی جنگ عظیم بھی استعمار پسندی کا کھلا ثبوت تھی جس میں ترکی کو اتحادیوں کا ساتھ دینا پڑا لیکن اس کی قوت پارہ پارہ ہوگئی، اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا اور یوں اس طاقتور مملکت کا دورِ ابتلا شروع ہوا پھر اس عظیم مملکت کو مردِ بیمار کا نام دیا گیا، اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا کہ یہ ترکِ اسلام پر تیار ہوا چاہتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس خیالِ خام کے خلاف جدوجہد کی اور اسے ترکوں پر بہتان بتایا۔ آپ نے مغرب کے پروپیگنڈہ کو بے اثر کرنے کی کوشش کی اور عربوں و ترکوں کے مکرر اتحاد پر زور دیا لیکن جب ترکی میں مغربی فکر و تہذیب کی تقلید دیکھی تو اس کی بھی پُرزور مخالفت کی۔

فلسطین میں یہودیوں کے وطن کی کوشش، رائل کمیشن کا قیام اور تقسیم فلسطین کی سفارش بھی مغربی استعمار کی کھلی مثال ہے۔ آپ نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ ۲۷ جولائی ۱۹۳۵ء کو لاہور میں صوبائی مسلم لیگ کا

جلسہ ہوا آپ حالات کے باعث شریک نہ ہو سکے لیکن پیغام بھیجا "حقیقت یہ ہے کہ برطانوی امپیریلزم مسلمانوں کے مقدس مقامات میں مستقل سیادت کی شکل میں اپنے لئے ایک مقام کا متلاشی ہے۔ ارضِ مقدس کی فروخت برطانوی سیاست کا کارنامہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے تدبر کا ماتم ہے" ۸ اس بیان میں آپ نے منوب یہ واضح کیا کہ فلسطین انگلستان کی ذاتی جائداد نہیں ہے۔ آپ نے جمعیت الاقوام پر بھی سخت نکتہ چینی کی اور اسے ایسا ادارہ کہا جو کمزور سلطنتوں کی تقسیم کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

حکیم الامت نے فرمایا "مسئلہ فلسطین کے امکانات ممکن ہیں مسلمانوں کو اس متحدہ انگریزی فرانسیسی ادارہ جسے جمعیۃ الاقوام کا پُرشکوہ لقب دیا گیا ہے کی رُکنیت کی حیثیت پر غور کرنے پر مجبور کریں اور ایک ایشیائی جمعیۃ الاسلام کے قیام و ترتیب پر مجبور ہوں" ۹ ضربِ کلیم میں آپ فرماتے ہیں ؎

طہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

حضرت اقبال مسئلہ فلسطین کو نہایت اہم مسئلہ سمجھتے تھے اور اسے مشرق کے لئے خطرہ گردانتے تھے چنانچہ آپ قائدِ اعظم محمد علی جناح کو لکھتے ہیں "مسئلہ فلسطین مسلمانوں کے ذہن کو بہت متاثر کر رہا ہے ذاتی طور پر میں ایک ایسے مقصد کے لئے جیل جانے کے لئے تیار ہوں جو اسلام اور ہندوستان دونوں کو متاثر کرتا ہے۔ مشرق کے دروازہ ہی پر ایک مغربی (عسکری) مرکز دونوں (اسلام و ہندوستان) کے لئے بہت خطرناک ہے" ۱۰

علامہ اقبال نے ہر اس لمحہ مغربی استعمار کے خلاف آواز اٹھائی جب کسی کو اس کا نشانہ بنتے دیکھا وہ طرابلس ہو یا ایران، افغانستان ہو یا ہندوستان ہر مقام ہر لمحہ مغربی استعماری قوتوں کو ناکام بنانے اور سازشوں کو بے نقاب کرنے کی سعی پیہم کی اور امید کی کرنیں روشن رکھیں۔ طرابلس کے میدان میں جب فاطمہ بنت عبداللہ پانی پلاتے ہوئے شہید ہوتی ہے تو آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ ؎

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

استعماری قوتوں کے خلاف آپ کی جرأت کا اظہار اس مطالبہ سے ہوتا ہے جو آپ نے الہ آباد میں ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۰ء کو مسلم لیگ کے جلسہ میں صدارتی تقریر کرتے ہوئے پیش کیا اور آخر کار عظیم اسلامی مملکت پاکستان

کی بنیاد ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا "یہ امر کسی طرح مناسب نہیں کہ مختلف ملتوں کے وجود کا خیال کئے بغیر ہندوستان میں مغربی طرز کی جمہوریت کا نفاذ کیا جائے لہٰذا مسلمانوں کا مطالبہ کہ ہندوستان میں ایک اسلامی ہندوستان قائم کیا جائے بالکل حق بجانب ہے۔ ذاتی طور پر میری خواہش ہے کہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ و بلوچستان کو ایک ہی ریاست میں ملا دیا جائے" [1]

حکیم الامت علامہ اقبال نے مغربی استعمار کے خلاف جدوجہد کی وہ گول میز کانفرنس ہو یا فرقہ وارانہ فیصلوں کا اعلان، قرطاسِ ابیض ہو یا نیا نظامِ حکومت، آپ نے پُرجوش انداز میں کمزوریوں کی نشاندہی فرمائی اور اس استعمار کے خلاف جدوجہد جاری رکھی جو حاکمِ وقت تھا، ظالم ہو یا برحق وہ غاصب تھا۔ جو صرف جھکانا جانتا تھا لیکن حضرت اقبال نے اسے جھکانے کی جہدِ مسلسل کی۔ ان کے تدبر و بصیرت کی روانی سے جوش اور ولولہ شرق تا غرب پھیلا۔ حضرت قائدِ اعظم محمد علی جناح نے بھی آپ کی عظمت کو تسلیم کیا "وہ ایک بڑے شاعر اور فلسفی تو تھے ہی لیکن عملی سیاستدان کی حیثیت سے بھی کم نہیں تھے" [2]

حکیم الامت علامہ اقبال نے مغرب کے تہذیبی و سیاسی استعمار کے خلاف جو جدوجہد کی ہے اس کے بیان کے لئے چند سطور کوئی حیثیت نہیں رکھتیں ان کا لامتناہی سلسلہ ہے جسے بیان کرنے کے لئے دفتر چاہیے۔ یہ مصنف نے آخر دم تک اس جرأت مندانہ جنگ کا اعتراف یوں کیا ہے "ان کی تمام عمر مغربی استعمار کے خلاف لڑتے لڑتے گذر گئی اس استعمار نے انہیں اپنے ارادوں سے باز رکھنے کے لئے طرح طرح کے دام بھی پھیلائے لیکن وہ مرغِ بلند آشیاں جو فطرت سے عالی ہمتی کا جوہر لے کر آیا تھا اس دام میں کہاں آنے والا تھا" [3]

موجودہ دور میں بھی ہمیں علامہ اقبال کی آواز پر لبیک کہنے کی ضرورت ہے تاکہ اقبال کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے اور ہم اس کے تصورِ پاکستان، میں مذہب و ملت اور تہذیب و ثقافت کو مغرب کی استعماریت سے محفوظ رکھ سکیں اور اسلام کے خلاف ہر سیاسی و تہذیبی استعمار کے خلاف بھرپور جدوجہد کر سکیں۔

حواشی

۱۔ اقبال اپنے آئینہ میں، ص ۳۷
۲۔ انوارِ اقبال، ص ۱۷۶
۳۔ فکرِ اقبال، ص ۲۰۵
۴۔ نقوشِ اقبال (ترجمہ روائع اقبال) ص ۱۷
۵۔ اقبال کے حضور، ص ۲۶
۶۔ اقبال اپنے آئینہ میں، ص ۳۸
۷۔ مقالاتِ اقبال، ص ۲۶۸
۸۔ اقبال اور سیاستِ ملی، ص ۳۵۶

۹ اقبال نامہ (حصہ اوّل) ص ۵۴۴
۱۰ اقبال نئی تشکیل، ص ۶۹
۱۱ اقبال اور سیاستِ ملی، ص ۲۱۸
۱۲ برگِ گل (اقبال نمبر)، ص ۵۸
۱۳ آئینہ اقبال، ص ۶۹

مآخذ

۱- انوارِ اقبال — مرتبہ بشیر احمد ڈار
۲- اقبال کے حضور — سید نذیر نیازی
۳- اقبال پیامبر انقلاب — مرتّب آغا شورش کاشمیری
۴- اقبال کا تنقیدی جائزہ — قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی
۵- اقبال اور سیاستِ ملی — رئیس احمد جعفری
۶- اقبال نامہ (حصہ اول) — مرتّب عطاء اللہ
۷- اقبال نئی تشکیل — عزیز احمد
۸- آئینہ اقبال — مرتبہ محمد عبد اللہ قریشی
۹- اقبال اپنے آئینہ میں — رئیس احمد جعفری
۱۰- اقبال کے آخری دو سال — ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی
۱۱- اقبالیات — علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
۱۲- برگِ گل (اقبال نمبر) — وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی
۱۳- بالِ جبریل — علامہ اقبال
۱۴- بانگ درا — علامہ اقبال
۱۵- پیام مشرق — علامہ اقبال
۱۶- ذکرِ اقبال — عبد المجید سالک
۱۷- روحِ اقبال — ڈاکٹر یوسف حسین خاں
۱۸- ضربِ کلیم — علامہ اقبال
۱۹- مقالاتِ اقبال — ڈاکٹر سید عبد اللہ
۲۰- مقالاتِ اقبال — مرتبہ سید عبد الواحد
۲۱- نقوشِ اقبال — مترجم مولوی شمس تبریز خاں
۲۲- فکرِ اقبال — ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم
۲۳- فکرِ اقبال — مرتّبہ غلام دستگیر رشید

نوٹ : یہ مقالہ ادارہ مرکز تحقیقات فارسی ایران، پاکستان اسلام آباد نے مصنفہ سے تحریر کرایا تھا اور رسالہ فجر شمارہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

سلطان جہاں

مطبوعات

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

۱۔ گلشنِ بے خار: مصنفہ نواب مصطفٰے خاں شیفتہ ۳۰ روپے

٭۲۔ رومن رسم الخط اور پاکستان: ------ مصنفہ ---

---- مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی ندوی ۳ روپے

٭۳۔ قدیم شہنشاہیاں: مصنفہ مولانا سید طفیل احمد منگلوری علیگ

---------------- ۱۰ روپے

۴۔ نقدِ ادب: مترجمہ۔ ل۔ احمد اکبرآبادی ---- ۲ روپے

۵۔ سرسید کا علمی کارنامہ: ---- مصنفہ: ---

---- قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی ۳ روپے

۶۔ اُردو زبان اور اسالیب: --- مصنفہ: ---

-- سید محمد محمود رضوی مخمور اکبرآبادی ۲۴ روپے

۷۔ مشرقی و مغربی تہذیب: ----- مصنفہ: ---

- ڈاکٹر احسان محمد خاں ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لیڈز) ۱۰ روپے

۸۔ راہی اور راہ نما۔--------- مصنفہ ---

سید الطاف علی بریلوی - بی - اے (علیگ) ۱۵ روپے

٭۹۔ ثقافت اور انتشار: -------- مترجمہ ----

: اخلاص حسین زبیری ایم۔ اے و انعام عظیم برنی ایم۔ اے ۱۲ روپے

۱۰۔ طالب علم کی ڈائری: ------- مصنفہ ---

--- سید الطاف علی بریلوی۔ بی۔ اے (علیگ) ۲۰ روپے

٭۱۱۔ مُسلم خواتین کی تعلیم: مصنفہ محمد امین زبیری ۴ روپے

۱۲۔ نواب خان بہادر خاں شہید: مؤلفہ سید مصطفٰے علی بریلوی

------------ ۱۲ روپے

۱۳۔ عہدِ بنگش کی علمی، سیاسی اور ثقافتی تاریخ ---

مصنفہ: مفتی ولی اللہ فرخ آبادی۔ مترجمہ حکیم فخر الزماں شریف۔

------------ اکبرآبادی ۳۰ روپے

٭۱۴۔ اُصولِ تدریس: مترجمہ اخلاص حسین زبیری ایم اے دس روپے

۱۵۔ ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں

---- مؤلفہ: علامہ سید سلیمان ندوی --- ۱۵ روپے

۱۶۔ مشاہیر کے تعلیمی نظریے: مصنفہ: ---

---- محمد حسین خاں زبیری ------ ۱۲ روپے

۱۷۔ پُراسرار کائنات: مترجمہ۔ سید محمد تقی سابق ایڈیٹر جنگ

------------ ۳۰ روپے

۱۸۔ مفکرینِ تعلیم: مصنفہ پروفیسر ضیاء الدین احمد ۱۴ روپے

٭۱۹۔ اصول اور اساسِ تعلیم: مترجمہ انعام عظیم برنی ایم اے

---- اخلاص حسین زبیری ایم۔ اے وغیرہ --- ۱۴ روپے

٭۲۰۔ تعلیمی نفسیات کا بنیادی خاکہ: مصنفہ: ---

پروفیسر محمد عبدالحق صدیقی سابق پرنسپل ٹریننگ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

۲۱۔ ★ عظیم علمائے نفسیات، مترجمہ پروفیسر عبدالمجید قریشی ۲۰ روپے

۲۲۔ مادری زبان کی تعلیم ---- مصنفہ ---
پروفیسر یونس حسن فروغ علوی ایم۔اے۔ ۱۲ روپے

۲۳۔ جان ڈیوی کا فلسفۂ تعلیم --- مترجمہ
سیّد معین الدین علوی ایم اے (علیگ) --- ۵ روپے

★ ۲۴ تعلیمی مسائل۔ پس منظر و پیش منظر ----
مصنفہ سیّد الطاف علی بریلوی بی۔اے (علیگ) ۲۴ روپے

۲۵۔ مقاصدِ تعلیم۔ مترجمہ سید محمد تقی ایڈیٹر جنگ ۲۰ روپے

★ ۲۶۔ ارتقائے انسانی۔ (موجودہ سائنس کی روشنی میں)
مصنفہ مولانا سید طفیل احمد منگلوری (علیگ) ۴ روپے

۲۷۔ چند عظیم علمائے جراثیم، مترجمہ پروفیسر عبدالمجید قریشی ۲۰ روپے

۲۸۔ مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ---- مصنفہ ---
-- پروفیسر سعید احمد رفیق ایم۔اے -- ۲۲ روپے

۲۹۔ خط و خطاطی ------- مصنفہ ----
--- شیخ ممتاز حسین جونپوری --- ۳ روپے

۳۰/۳۱۔ جمہوریت اور تعلیم، مترجمہ سیّد محمد تقی سابق ایڈیٹر جنگ
------ (جلد اوّل) ۲۴ روپے جلد دوم ۱۵ روپے

۳۲۔ انگریزوں کی لسانی پالیسی مصنفہ -----
------ سید مصطفےٰ علی بریلوی ۲۰ روپے

۳۳۔ بچہ کا ذہنی و نفسیاتی ارتقاء --- مرتبہ ---
انعام حسین زبیری ایم اے و پروفیسر وحید الحق صدیقی ۲۰ روپے

۳۴۔ تعلیم و تربیت۔ مصنفہ ضیاءالدین احمد برنی ۱۵ روپے

۳۵ سائنس کے کرشمے، مصنفہ سرور احمد توقیر ایم اے
------- ۱۲ روپے

۳۶۔ علی گڑھ تحریک اور قومی نظمیں۔
مرتبہ: سیّد الطاف علی بریلوی بی اے علیگ و
------ پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے ۲۰ روپے

۳۷۔ ان کہی کہانیاں، مصنفہ سیّدہ انیس فاطمہ بریلوی
---------- ۸ روپے

★ ۳۸ مسلمانانِ کراچی و سندھ کی تعلیم۔ تالیف
سیّد مصطفےٰ علی بریلوی بی کام ایل ایل بی ۱۰ روپے

۳۹۔ تعلیم و تعلّم۔ مرتبہ سیّد الطاف علی بریلوی ۱۲ روپے

۴۰۔ تعلیم بالغان اور اس کی قومی اہمیت: تصنیف
--- مولوی منظر الرحمٰن بچھرایونی --- ۱۲ روپے ---

۴۱/۴۲ تعلیم کے ابتدائی اصول -- تصنیف --
ڈاکٹر محمد رفیع الدین ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی۔لٹ ترجمہ
مولوی سبطین احمد بدایونی قیمت حصہ اول ۵ روپے حصہ دوم ۱۵ روپے

۴۳۔ پاک و ہند میں تعلیمی ترقی --- مترجمہ ---
سیّد احسن مارہروی ایم اے (علیگ) --- ۱۰ روپے

★ ۴۴۔ اقبال کے تعلیمی نظریات ---- تصنیف ---
محمد احمد صدیقی بی اے (علیگ) --- ۲۰ روپے --

۴۵/۴۶ ہسٹری آف مسلم ایجوکیشن (انگریزی) تصنیف
پروفیسر محمد محی الدین خاں ایم اے جلد اول ۷۱۲ء تا
۱۲۵۰ء، ۳۰ روپے جلد دوم ۱۲۰۵ء تا ۱۸۵۴ء قیمت ۳۰ روپے

۴۷۔ رُفقائے عظیم: تصنیف میکس ایسٹ مین ---
مترجمہ پروفیسر محمد حامی الدین خاں ایم۔اے (علیگ)
---------- ۴۰ روپے

۴۸۔ حیاتِ مابعد ----- تصنیف ----
---- سید ضامن حسین نقوی گویا ---
------ جہاں آبادی ۸ روپے --

۴۹ - تجدّدِ اَمثال :- ---------- تصنیف :-
--- سیضا بن حسین نقوی گویا جہان آبادی ۴ روپے

۵۰ - مقدرِ انسانی ، تصنیف لی کامت دولنوائے --
مترجمہ پروفیسر عبدالمجید قریشی (علیگ) --- ۳۴ روپے

۵۱ - یادیں اور خاکے ، تصنیف سیدہ انیس فاطمہ بریلوی
---------------- ۶/ روپے

۵۲ - تاثرات و مشاہدات تصنیف سیدہ انیس فاطمہ بریلوی
---------------- ۶ روپے

۵۳ - پاکستان کا معاشی پس منظر --- تصنیف :-
-- سیدہ انیس فاطمہ بریلوی -------- ۱۰ روپے

۵۴ ٭ - مولانا محمد علی جوہر حیات اور تعلیمی نظریات :- --
مصنفہ :- ثنار الحق صدیقی ایم - اے -- ۸ روپے

۵۵ - مسلمانانِ پنجاب کی تعلیم ---- مصنفہ :- ---
--- سید مصطفٰی علی بریلوی ------ ۴۰ روپے

۵۶ -- تجزیۂ کلامِ غالب :- ---- مصنفہ :- --
-- سید رفیع الدین بلخی ایڈوکیٹ ---- ۱۵ روپے

۵۷ - اَدب منزل بہ منزل ----- مصنفہ :- --
-- سیدہ انیس فاطمہ بریلوی ------ ۱۲ روپے

۵۸ ٭ -- مکاشفاتِ کشفی ----- مصنفہ :- ----
--- میجر خان بہادر مرزا ابوجعفر کشفی -- ۱۶/ روپے

۵۹ -- وادیٔ نیل ---------- تصنیف :- --
--- محمد قطب الدین ایم ایس سی عثمانیہ ۱۲ روپے

۶۰ - مُسلمانانِ بنگال کی تعلیم از سید مصطفٰی علی بریلوی
------------- ۳۰ روپے

۶۱ - تاریخی شہ پارے :- از مرزا علی اظہر برلاس --
-------- بی اے ایل ایل بی ---- ۳۴ روپے

۶۲ - فرحت الناظرین :- -------- مصنفہ :- ----
محمد اسلم پسروری :- مترجمہ ، پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری
------- قیمت .... -------- ۲۴ روپے --

۶۳ --- مقالاتِ بریلوی :- از سید الطاف علی بریلوی --
-------- بی - اے (علیگ) ----- ۳۰ روپے

۶۴ --- چند محسن چند دوست :- تصنیف :- --
-------- سید الطاف علی بریلوی --- ۲۰ روپے

۶۵ --- حکیم عمر خیام :- -- تالیف ابوالمکارم سلیم الله فہمی
--------------- ۸ روپے --

۶۶ --- صوفیائے بہار اور اُردو :- تصنیف -
-- پروفیسر محمد معین الدین دردائی ایم - اے (علیگ) --
-------------- ۸ روپے --

۶۷ --- صوفیائے سندھ اور اُردو - تصنیف --
-- پروفیسر محمد معین الدین دردائی ایم اے (علیگ) --
-------------- ۱۴ روپے

۶۸ --- مسئلہ علم مسلم مفکرین کی نظر میں :- از پروفیسر --
--- محمد یعقوب بخش راغب بدایونی ---- ۲ روپے

۶۹ --- ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں :- ---
(انگریزی) مترجمہ ڈاکٹر زبید احمد ایم - اے پی ایچ ڈی
-------------- ۲۰ روپے

۷۰ ٭ - ہندوؤں کی تعلیم ---------
------ مسلمانوں کے عہد میں
(بنگالی ترجمہ) از مولانا غلام محی الدین ایڈیٹر تمدن ڈھاکہ
------ ۲ روپے

۷۱۔ مشاہیر کے تعلیمی نظریے ۔ (انگریزی ترجمہ)
تالیف مولوی محمد حسین خاں زبیری ایم۔ اے۔
مترجمہ عظیم الدین خاں ایم اے (علیگ)، اخلاص حسین
زبیری ایم اے ——————— ۲۰ روپے

۷۲۔ حاصلِ مطالعہ۔ تصنیف: ——————
—————— سیّد الطاف علی بریلوی ۱۶ روپے

۷۳۔ انشائیے: تصنیف فضلِ احمد صدیقی ایم اے
—————————— ۱۰ روپے

۷۴۔ غالب نمبر (العلم) ——— مرتبہ:
—————— سیّد الطاف علی بریلوی ۲۰ روپے

۷۵۔ علمائے سلف و نابینا علماء تصنیف:
نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی
————————————— ۲۴ روپے

۷۶۔ حیاتِ حافظ رحمت خاں ——— تالیف:
—————— سیّد الطاف علی بریلوی ——— ۲۴ روپے

۷۷۔ لائف آف حافظ رحمت خاں — (انگریزی)
تالیف سیّد الطاف علی بریلوی ——————
مترجمہ پروفیسر محمد حامی الدین خاں ایم اے
————————————— ۴۰ روپے

۷۸/۷۹ علم و عمل وقائع عبدالقادر خانی۔ مؤلفہ
مولوی عبدالقادر برلاس ترجمہ مولوی معین الدین ——
افضل گڑھی ترتیب و حواشی پروفیسر محمد ایوب قادری،
تعارف نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی
————— جلد اوّل ۲۴ روپے جلد دوم ۲۴ روپے

۸۰۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اور ان کی تعلیمات
——— مؤلف مولانا اعجاز الحق قدوسی ۲۰ روپے

۸۱۔ تعلیماتِ حضرت شاہ مینا (تلخیص و ترجمہ فوائد
سعدیہ) مؤلف الحاج محمد خصلت حسین صابری —
—————— ایم۔ اے (علیگ) ۵۰ روپے

۸۲۔ عہدِ اسلامی میں علمی ترقی ——— مصنف ———
——— ڈاکٹر ایس این لا، مترجمہ اخلاص حسین زبیری ایم اے
——— و سلطان فاطمہ بلخی ایم۔ اے ————— ۲۰ روپے

۸۳۔ چوتھی دنیا مصنفہ سیّدہ انیس فاطمہ بریلوی ۱۰ روپے

۸۴۔ شیخ الاساتذہ مولانا غلام یحییٰ ہزاروی ——
———— از اشتیاق حسین انظر ———— ۱۰ روپے

۸۵۔ نظامِ مصطفٰے کیا ہے؟ اور ————
کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے؟ ————
(از سابق چیف جسٹس قدیر الدین احمد ———— ۲ روپے

۸۶۔ معارفِ اقبال —— از ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں ——
ایم اے۔ ایل ایل بی۔ پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ ۱۲ روپے

۸۷۔ ۱۹۴۷ء کے آنسو۔ از سید مصطفٰے علی بریلوی
—————————————— ۸ روپے

۸۸۔ بلوچستان میں تعلیم ——————
از پروفیسر انور رومان ——— ۲۵ روپے

۸۹۔ تاریخ شاہ عالم۔ از ڈبلو فرینکلن ———
——— مترجمہ ثناء الحق صدیقی ایم اے ——— ۳۰ روپے

۹۰۔ تاریخ التعلیم (از میجر بی ڈی باسو ————
———— مترجمہ وارث سرہندی ایم اے ——— ۲۵ روپے